www.naqshbandiaowaisiah.com

ماھنامہ
المرشد
چکوال

اللہ
رسول
محمد

ستمبر
2003ء

قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہٖ فصلّٰی
القرآن الکریم

ترجمہ
وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

بنیادی مسائل کب حل ہونگے؟

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ المُرشد چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ستمبر 2003 رجب/شعبان 1424ء

جلد نمبر 25 ☼ شمارہ نمبر 2

مدیر ——— چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ☼ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپیوٹر ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1-	(اداریہ)	محمد اسلم	3
2-	اسلام محبت کا مذہب ہے	امیر محمد اکرم اعوان	4
3-	شرطِ ایمان	امیر محمد اکرم اعوان	11
4-	وسعتِ قلب ونظر	آسیہ اعوان	18
5-	اخروی کامیابی	امیر محمد اکرم اعوان	22
6-	من الظلمتِ الی النور	صوبیدار مقصود احمد	30
7-	سکون کی تلاش	امیر محمد اکرم اعوان	32
8-	حفاظتِ الٰہیہ	امیر محمد اکرم اعوان	41
9-	اطمینان قلب	امیر محمد اکرم اعوان	55
11-	سالانہ اجتماع آنکھوں دیکھا حال	شیخ عبدالقیوم جاوید	62

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطی کے ممالک	
برطانیہ - یورپ	
امریکہ	
فار ایسٹ اور کینیڈا	

انتخاب جدید پریس - لاہور 042-6314365

ناشر - پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے - ٹی - ایم - بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد - فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد [illegible] سائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور - فون 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ
بنیادی مسائل کب حل ہونگے

صدر جنرل پرویز مشرف کو مسند اقتدار پر بیٹھے ہوئے تقریباً چار برس ہو چکے ہیں۔ انہوں نے اس دور میں ملکی حالات کو سدھانے کیلئے اپنے عقل وفہم کے مطابق متعدد اقدامات اٹھائے۔ زمینی حقائق کو دیکھا جائے تو ان اقدامات کا نتیجہ صفر رہا لیکن صدر پرویز اور ان کے رفقائے کار اپنی کارکردگی پر اظہار اطمینان کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ آئے دن وزراء اور مشیروں کے بیانات میڈیا میں شائع اور نشر ہوتے رہتے ہیں کہ ملک معاشی بحران سے نکل کر اب ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر میں ریکارڈ اضافہ ہو چکا ہے۔ ایکسپورٹ بڑھ گئی ہے اور بیرونی سرمایہ کار پاکستان کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اگر حکومت کے ان دعوؤں کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تمام مثبت تبدیلیوں سے عوام الناس کو کہاں فائدہ پہنچ رہا ہے۔ کیا عوام کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے حوالے سے صورتحال میں کچھ تبدیلی آئی ہے؟۔ کیا تعلیم، صحت اور انصاف جیسی سہولتیں غریبوں کی دہلیز تک پہنچ چکی ہیں؟۔ اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ عام آدمی کے حالات آج بھی وہی ہیں۔ ملک میں ابھی تک طبقاتی نظام تعلیم اور غیر یکساں نصاب رائج ہے۔ یہاں غریب کے بچے کو ذہانت کے باوجود آگے بڑھنے کے مواقع نہیں ملتے عوام ابھی تک صحت کی سہولتوں سے محروم ہیں۔ سرکاری ہسپتالوں کے شب وروز نہیں بدلے۔ امیر صحت خرید سکتے ہیں جبکہ غریب دن بھر لمبی قطار میں کھڑے رہنے کے بعد بھی دوا سے محروم رہتا ہے۔ یہی حال ہماری عدالتوں کا ہے ہمارے ہاں قانون وہ جالا ہے جس میں کمزور پھنس جاتا ہے اور طاقتور توڑ کر نکل جاتا ہے۔ انصاف برائے فروخت ہے۔ دام چکانے کی صلاحیت رکھنے والے خرید رہے ہیں۔ صدر مشرف اور ان کے رفقا اس نکتے پر غور فرمائیں کہ زرمبادلہ ذخائر میں اضافہ، برآمدات کا بڑھ جانا اور بیرونی سرمایہ کاری کا حصول بذات خود کوئی مقصد نہیں بلکہ یہ حصول مقصد کے ذرائع ہیں۔ یہ چیزیں ہماری بلکہ کسی قوم کی منزل نہیں ہوتیں بلکہ منزل تک پہنچنے کیلئے معاون ثابت ہوتی ہیں۔ عوام تعلیم صحت اور انصاف جیسی سہولتوں کی بروقت اور باآسانی فراہمی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ زرمبادلہ کے ذخائر بڑھ رہے ہیں یا ان میں کمی ہو رہی ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی پر زور دینا چاہئے کیونکہ فلاحی ریاست کی اصل ذمہ داری یہی ہے اور عوام کو صرف اسی صورت میں مطمئن کیا جا سکتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسلام محبت کا مذہب ہے

اگر صدر بش لوگوں کے گھر جلاتے رہیں گے، اسرائیل کی پیٹھ اس طرح ٹھونکتے رہیں گے کہ وہ لوگوں کے گھر جلاتا رہے، لوگوں کے شہر مسمار کرتا رہے، بستیوں کی بستیاں اجاڑتا رہے تو قتل وغارت کے بدلے میں دنیا میں کس کو محبت نصیب ہوئی ہے۔ ظلم کے بدلے میں کون پیار دیتا ہے کیا بش اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے اور اگر وہ نہیں سمجھتے تو ہمارے صدر محترم جرنل پرویز مشرف کو چاہئے کہ وہ اُن کے کان میں آہستہ آہستہ سے سمجھا دیتے کہ حضور امریکہ کو نفرت آپ کے مظالم کی وجہ سے مل رہی ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ امریکہ سے نفرت کرو بلکہ اسلام تو تمام دنیا سے محبت سکھاتا ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 27-6-2003

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ○

تبٰرکَ الّذِیْ نَزّلَ الْفُرْقَانَ عَلیٰ عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرا. الّذِی لَہٗ مُلْکُ السّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتّخِذْ وَلَدًا وّ لَمْ یَکُنْ لّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلّ شَیْءٍ فَقَدّرَہٗ تَقْدِیْرًا ○

اٹھارہویں پارے میں سورۃ الفرقان ان آیات کریمہ سے شروع ہو رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ اللہ عزوجل بہت ہی بڑی برکات کا مالک ہے، بہت برکت والا ہے۔ جس نے نَزّلَ الْفُرْقَان. ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جس نے سچ اور جھوٹ، حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کر دیا۔ حق کو اور باطل کو الگ الگ کر دیا، سچ اور جھوٹ کو، رات اور دن کی طرح الگ الگ کر دیا۔ عَلیٰ عَبْدِہٖ۔ اپنے محبوب بندے ﷺ پر اور کس لئے نازل فرمائی لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرا ○ کہ اللہ کا حبیب ﷺ تمام جہانوں کو باطل پر چلنے کے انجام بد سے بروقت مطلع فرمائیں۔ ہمارے اردو ترجمہ کرنے والے بڑے بے نیاز لوگ ہیں اور جو جی میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں اکثر نذیر کا ترجمہ ڈرانے والا لکھتے ہیں، یہاں اس قرآن حکیم میں لکھا ہے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔ تاکہ اہل حال کو ہدایت کریں پتہ نہیں یہ ترجمہ انہوں نے کہاں سے لیا۔ کس لفظ کا ہے۔ نذیر کا معنی ڈر ہے۔ ڈر مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں خصوصیت یہ ہے کہ یہ حق اور باطل، سچ اور جھوٹ میں فرق کر دیتی ہے۔

ایک ڈر ہوتا ہے کسی چور اور ڈاکو کا، ایک ڈر ہوتا ہے کسی بیماری کا، ایک ڈر ہوتا ہے کاروبار میں نقصان کا، ایک ڈر ہوتا ہے کسی سانپ یا موذی جانور سے ڈسے جانے کا، کاٹے جانے کا، نذیر کا مطلب یہ ہے کہ آپ اگر کوئی ایسی چیز کھا رہے ہیں جس سے آپ بیمار ہو سکتے ہیں اور کوئی جاننے والا آپ کو یہ بتاتا ہے کہ بھئی اس موسم میں یہ چیز جو کھا رہے ہو اس سے آپ کو ہیضہ ہو جائے گا یعنی جو کچھ آپ کر رہے ہیں اگر وہ غلط ہے تو اُس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اُس سے جو بروقت اطلاع دی جاتی ہے اُسے نذیر کہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا منصب عالی یہ ہے کہ روئے زمین پر انسان جب ظلم کرتا ہے۔ اللہ کی ناشکری کرتا ہے۔ اُس کی اطاعت نہیں کرتا، اُس کو نہیں مانتا، تو اُس کفر اور ظلم کے نتیجے میں اُس پر جو دنیا میں زوال اور تباہی آئے گی اور اُس کے بعد ابدی زندگی میں جو اُسے پریشانیاں مصیبتیں اور عذاب الٰہی آنے والے ہیں۔ اُن سے حضور ﷺ بروقت مطلع فرما دیتے ہیں کہ ابھی سے توبہ کر لو۔ ابھی سے باز آ جاؤ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کے نتیجے میں تم تباہ ہو جاؤ گے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں میں نے یہ ایسی کتاب انہوں نے ترجمہ قرآن کیا ہے لیکن

www.naqshbandiaowaisiah.com

فرقان کا ترجمہ قرآن نہیں ہے۔ فرقان کا ترجمہ فرق کرنے والی کتاب مراد قرآن ہے کتاب کا نام نہیں لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب کی خصوصیت کا نام لیا کہ اس کتاب میں خصوصیت یہ ہے کہ یہ حق اور باطل، سچ اور جھوٹ میں فرق کر دیتی ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے، سچ کو سچ ثابت کرتی ہے اور جھوٹ کو جھوٹ۔ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط، واضح طور پر بیان کر دیتی ہے اور یہ نازل فرمائی گئی کہ لِلعٰلَمِینَ۔ ایک جہان نہیں، جتنے جہان ہیں، عالمین ایسا لفظ ہے کہ اللہ کے سوا اُس کائنات کو اللہ سے دُوری کے انجام بد سے بروقت مطلع فرمائیں۔ اللہ وہ ہے اَلَّذِی لَہٗ مُلکُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرض ہ حکومتوں سے ڈرتے ہو، حکمرانوں سے ڈرتے ہو، یہ سب عارضی، وقتی اور لمحاتی کھیل ہے۔ حقیقی حکومت آسمانوں کی ہو یا زمینوں کی ہو، کائنات کی اصلی حکومت اللہ کی ہے۔ اللہ وہ ہے جو حقیقی حاکم ہے۔ جس کا حکم ہر ذرے پر، ہوا کے ہر جھونکے پر، گھاس کے ہر تنکے پر، سورج کی ہر کرن پر اور درخت کے ہر پتے پر جاری وساری ہے۔ برائے نام اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں سے ڈرتے ہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عالی یہ ہے کہ ساری کائنات کو اللہ سے دُوری کے انجام بد سے بروقت آگاہ فرمائیں۔

اور ان کی اطاعت کرتے اور جس کی ساری سلطنت ہے کیا اُس سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اس کی اطاعت نہیں کرنا چاہئے۔ اور پھر فرمایا وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ وَقَالَتِ الْیَھُودُ عُزَیرُ ابنُ اللّٰہ یہودیوں نے کہا حضرت عزیز علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ وقالت النصری مسیحُ ابن اللّٰہ اور نصرانیوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ وہ فرماتا ہے کہ میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اُس جیسا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ اکیلا واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے۔ اس کی ذات سے ہوتا ہے۔ اُس جیسا ہوتا ہے۔ انسان کا بیٹا انسان، ہاتھی کا بیٹا ہاتھی۔ پرندے کا بیٹا پرندہ، وہی خصوصیات اُس میں ہوتی ہیں معبود برحق کا بیٹا ہوتا تو بھی دوسرا ہوتا لَمْ یتخذ ولد ولم یکن له شـ ـ في الملک نہ اس کا کوئی بیٹا ہے ـ ن شہنشاہت میں کسی کی شراکت ـ ـ کی حکومت میں کسی کا دخل نہیں ـ سارے جہانوں کا حکمران ہے۔ و ـ کل شئیء ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ـ ـ ینوں کو، آسمانوں کو، سورج کو، ـ ـ تاروں کو، ہواؤں کو،

اللہ جل شانہ، کی شہنشاہیت اور سلطنت ایسی ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا نہ کوئی دوسرا اُس جیسا ہے اور نہ اُسے کوئی چیلنج کر سکتا ہے۔

بارشوں کو، بادلوں کو، سمندروں کو جو چیز ہم جانتے ہیں اُسے جو چیزیں ہم نہیں جانتے اُسے فرشتوں کو، جنوں کو، انسانوں کو، ہر اس شے کو، ہر ذرے کو، پیدا اُس نے کیا ہے فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیراً اور ہر ایک کے لئے اُس نے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ کوئی اُس اندازے سے باہر نہیں جا سکتا۔ کسی کے پاس حکومت ہے تو اس کا بھی ایک وقت خاتمے کا ہے، کسی کے پاس اقتدار ہے اس کا بھی ایک وقت خاتمے کا ہے جس کے پاس زندگی ہے اس کے خاتمے کا بھی ایک وقت ہے۔ جس کے پاس صحت ہے ـ سے جانے کا بھی ایک وقت ہے۔ جس کے ـ دولت ہے اُسے بھی ایک وقت چھوڑ کر جانا ہے اور پتہ نہیں کفن بھی اُسے نصیب ہوگا یا نہیں۔ دو گز زمین بھی نصیب ہوگی کہ نہیں۔ ہر کام کیلئے اس نے ایک اندازہ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیراً ہ ایک اندازہ مقرر کر دیا جس میں سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔

اللہ جل شانہ، کی شہنشاہیت اور سلطنت ایسی ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا نہ کوئی دوسرا اُس جیسا ہے اور نہ اُسے کوئی چیلنج کر سکتا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے جس میں ساری انسانیت کیلئے پیغام رحمت ہے۔ دنیا کے تمام انسانوں کو خسارے سے بچانے کیلئے آقائے نامدار ﷺ نے محنت کی اور تب سے قیام قیامت تک جو بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا سچا خادم ہوگا اس کی کوشش یہی ہوگی کہ اللہ کا ہر بندہ اُسکے عذاب سے بچ جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام نوع انسانی سے محبت کرتا ہے۔ نفرت نہیں کرتا۔ اسلام کسی بندے سے کسی مذہب سے، کسی عقیدے سے نفرت نہیں کرتا ہاں اسلام ظلم سے نفرت کرتا ہے اور نفرت سکھاتا ہے۔ برائی سے نفرت کرتا ہے اور نفرت سکھاتا ہے کسی فرد، کسی قوم، کسی عقیدے، یا کسی ایک آدمی سے نفرت نہیں سکھاتا۔

ہمارے صدرِ محترم امریکہ تشریف لے گئے اور ابھی واپس تشریف نہیں لائے۔ جنرل پرویز مشرف صاحب کی اور امریکہ کے صدر جان واکر بش صاحب کی جو ملاقات ہوئی ہے۔ اُس میں کوئی تیسرا نہیں تھا اور ابھی تک اُس کی کوئی بات کھل کر سامنے اخباروں میں یا ریڈیو پر یا ٹی ۔ وی پر نہیں آئی کہ دونوں صدور میں کیا باتیں ہوئیں؟ بلکہ اخبار میں کل تو یہ لکھا تھا کہ آہستہ آہستہ باتیں سامنے آئیں گی۔ آج کے اخبار میں جو باتیں سامنے آئیں ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ صدر جان واکر بش نے صدر جنرل پرویز مشرف سے کہا ہے کہ پاکستان میں جو دینی مدارس ہیں ان کی اصلاح کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اُن کی اصلاح کیسے کی جائے؟ کیا ضرورت ہے ان میں خرابی کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ امریکہ سے نفرت سکھاتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ امریکہ سے نفرت سکھانے کی بجائے باقی علوم کی تعلیم دیں۔ حساب پڑھائیں، انگریزی پڑھائیں، تاریخ پڑھائیں، دوسرے علوم پڑھائیں۔ یہ تاثر کلی طور پر غلط ہے کہ دینی مدارس امریکہ سے یا برطانیہ سے یا چین سے یا جاپان سے نفرت سکھاتے ہیں۔ دینی مدارس کسی سے بھی نفرت نہیں سکھاتے بلکہ انسانی نسل سے محبت سکھاتے ہیں انسانیت سے محبت سکھاتے ہیں امریکہ سے نفرت کا یہ سبب نہیں کہ لوگ قرآن پڑھتے ہیں تو امریکہ سے نفرت کرتے ہیں۔ امریکہ سے نفرت کا سبب صدر بش صاحب کے والد محترم کے مظالم ہیں اور جو کمی انہوں نے چھوڑ دی تھی وہ کمی بش صاحب نے آ کر پوری کر دی اور روئے زمین پر جو تباہی صدر جان واکر بش کے ہاتھوں آئی۔ اس تباہی کے نتیجے میں لوگ امریکہ سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے کہ صرف پاکستان میں رہنے والے امریکہ سے نفرت کرتے ہیں میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ امریکہ میں رہنے والے امریکی عیسائی اور امریکی غیر مسلم بھی ایسے ہیں جو صدر بش کی حکومت سے نفرت کرتے ہیں کہ انہوں نے امریکہ کو روئے زمین پر سوائے دشمنوں کے کچھ نہیں دیا۔

اسلام نوعِ انسانی سے محبت کرتا ہے نفرت نہیں کرتا۔ اسلام کسی بندے سے، کسی مذہب سے، کسی عقیدے سے نفرت نہیں کرتا۔ ہاں اسلام ظلم سے نفرت کرتا ہے اور نفرت سکھاتا ہے۔

اگر صدر بش بلا تفریق لوگوں کے بچے ذبح کرتے رہیں گے، بوڑھوں پر بم برساتے رہیں گے، عورتوں کی عزتیں لٹواتے رہیں گے، لوگوں کے گھر جلاتے رہیں گے، اگر اسرائیل کی پیٹھ اس طرح ٹھونکتے رہیں گے کہ وہ لوگوں کے گھر جلاتا رہے، لوگوں کے شہر مسمار کرتا رہے، بستیوں کی بستیاں اجاڑتا رہے تو قتل وغارت کے بدلے میں دنیا میں کسی کو محبت نصیب ہوئی ہے۔ ظلم کے بدلے میں کون پیار دیتا ہے کیا بش اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے اور اگر وہ نہیں سمجھتے تو ہمارے صدر محترم جنرل پرویز مشرف کو چاہئے تھا کہ وہ اُن کے کان میں آہستہ سے سمجھا دیتے کہ حضور امریکہ کو نفرت آپ کے مظالم کی وجہ سے مل رہی ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ امریکہ سے نفرت کرو۔ دینی مدارس جو قرآن وسنت پڑھاتے ہیں نہ حدیث شریف میں کوئی حکم ہے کہ امریکہ سے نفرت کرو۔ بلکہ اسلام تو تمام دنیا سے محبت سکھاتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ افروز تھے ایک صحابی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ کھلے

www.naqshbandiaowaisiah.com

کرتے لوگ پہنتے تھے۔ کھلے بازو ہوتے تھے تو انہوں نے اپنے کرتے کے بازو سے پرندے کے دو بچے نکالے۔ جس طرح لوگ بُلبل رکھتے ہیں، طوطے رکھتے ہیں، تیتر رکھتے ہیں، اب کسی ایسے جنگلی پرندے کے دو بچے تھے کہ وہ پکڑ لائے اور نبی کریم ﷺ کو دکھائے اور کہا میں ان کی پرورش کروں گا اور انہیں پالوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم تو پالو گے لیکن جس جوڑے کو اللہ نے یہ بچے دیئے تھے۔ وہ کتنا بے قرار ہوگا۔ فوراً جاؤ جہاں سے پکڑ کر لائے ہو وہاں چھوڑ کر آؤ۔

اسلام اور پیغمبر اسلام ہر ایک سے پیار سکھاتے ہیں جانوروں تک سے پیار سکھاتے ہیں۔ حلال جانور جو اللہ نے انسان کے کھانے کے لئے پیدا کئے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حلال جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری کی دھار بنالو اور کُند چھری سے ذبح نہ کرو کہ اُسے تکلیف ہوگی۔ ذبح کرنے کا حق تمہیں اللہ نے دیا ہے لیکن چھری کی دھار پہلے دیکھ لو اگر درست نہیں ہے تو اُسے درست کرلو کہ جانور کو وقت ذبح تکلیف نہ ہو۔

مدینہ منورہ میں کسی شخص کا ایک اونٹ بوڑھا ہوگیا، کمزور ہوگیا۔ مزدوری کرتے کرتے پیٹھ پر زخم پڑ گئے کام کے قابل نہ رہا اُس نے چھوڑ دیا، آوارہ کر دیا۔ جدھر جاتا لوگ بھگا دیتے۔ نبی اکرم ﷺ حجرہ مبارک سے جلوہ افروز ہوئے تو سامنے گلی میں وہ اونٹ کھڑا تھا بڑا اگڑ گڑایا۔ اب اللہ جانے اور اللہ کا حبیب ﷺ جانے کس زبان میں اُس نے اپنی داستان اَلَم سنائی۔ حضور ﷺ نے وہیں کھڑے حُکم دیا کہ اس کا مالک کون ہے؟ یہ کس کا اونٹ ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ فلاں آدمی کا ہے۔ اُسے بلاؤ۔

یہ تاثر

کلی طور پر غلط ھے کہ دینی مدارس امریکہ، برطانیہ سے نفرت سکھاتے ھیں۔ دینی مدارس کسی سے بھی نفرت نہیں سکھاتے بلکہ انسانی نسل سے محبت سکھاتے ھیں انسانیت سے محبت سکھاتے ھیں۔

رحمت عالم ﷺ وہیں جلوہ افروز ہیں انہیں قدوم مبارک پر کھڑے ہیں۔ فرمایا اُس کو بلاؤ۔ بلایا گیا فرمایا یہ تمہاری شکایت کر رہا ہے۔ تم نے ساری عمر اس سے مزدوری لی۔ اب جب یہ بیکار ہوگیا ہے تو اسے چارہ نہیں دیتے ہو۔ یا رسول اللہ ﷺ دوں گا۔ فرمایا اسے لے جاؤ جب تک یہ زندہ ہے اسے چارہ دو اور اِس کی خدمت کرو۔ جانور کام کے قابل نہیں ہے۔ حلال جانور ہے ذبح کر دو اور اگر رکھا ہوا ہے تو اسے آوارہ نہیں کرو اُس کی خدمت کرو۔ اِس نے ساری عمر تمہاری خدمت کی ہے اور تم اِس کا پیٹ نہیں بھر سکتے۔ نبی رحمت اللہ ﷺ چونکہ رحمتہ العالمین ہیں۔ آپ ﷺ نے تو ہر ایک سے رحمت سکھائی ہے۔ اور اسلام کا پیغام محبت ہے نفرت نہیں ہے۔

چین ایک ایسا ملک ہے جو مسلمان نہیں ہے۔ اُس سے لوگ نفرت کیوں نہیں کرتے؟ اُس کے ساتھ روس سوشلسٹ ملک ہے جیسا چین ہے ویسا روس ہے روس سے لوگ نفرت کرتے ہیں چین سے کوئی نہیں کرتا عقیدہ دونوں کا ایک ہے۔ دونوں سوشلسٹ ہیں۔ نظام دونوں کا ایک ہے۔ معیشت دونوں کی ایک ہے لیکن طریقِ کار میں فرق ہے۔ روس نے ایک دنیا اُجاڑ دی چین والوں نے ابھی تک کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی لوگ نفرت نہیں کرتے۔ روس نے وسط ایشیائی ریاستیں ہڑپ کیں۔ پھر افغانستان میں جو ظلم کئے۔ آخر روس کا پیٹ پھٹا وسط ایشیائی ریاستیں بھی باہر نکل گئیں۔ اُن کے قبضے سے افغانستان بھی نکل گیا اور روس کو بھیک مانگنا پڑی۔ لیکن وہ نفرت جو انسانوں کے دلوں میں روس نے بوئی تھی اُسے کون نکالے گا۔ اب روس افغانستان میں نہیں ہے لیکن کیا افغانستان کا کوئی بندہ اُس سے محبت کرے گا۔ عالمِ اسلام کا کوئی شخص اُس سے محبت کرے گا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اگر لوگ امریکہ سے نفرت کرتے ہیں تو یہ سوچ قطعی طور پر درست نہیں ہے کہ دینی مدارس یا دینی علماء یا مساجد کے خطیب یا قرآن حکیم کے پڑھانے والے امریکہ سے نفرت سکھا رہے ہیں۔نہیں، یہ غلط ہے خود امریکہ اپنے خلاف نفرت کے بیج بو رہا ہے۔اور جو بھی جہاں بھی ظلم کرے گا اُس کے خلاف نفرت پیدا ہوگی۔یہ درست ہے اور میں خود اس کے حق میں ہوں کہ دینی مدارس کو صرف دین نہیں ، دنیوی علوم بھی پڑھانے چاہئیں۔ اِس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم کے دو حصے ہیں۔دینی علوم، دنیوی علوم۔علم مکمل تب ہی ہوتا ہے جب بندہ دین بھی سمجھتا ہو اور دنیوی علوم میں بھی دسترس رکھتا ہو۔یہ ہماری کمزوری ہے اور اس کا نقصان امریکہ کو نہیں اِس کا نقصان خود ہمیں ہے کہ دینی مدارس کے پڑھے ہوئے لوگ اگر دنیوی علوم بھی جانتے وہ سول سروسز میں آتے۔کوئی اے سی ہوتا، کوئی ڈپٹی کمشنر ہوتا، کوئی کمشنر ہوتا، کوئی وزیر بنتا، تو نبی نوع انسان کے ساتھ یا اپنے اہل وطن کے ساتھ انصاف کرتے۔دینی مدارس کے لوگ پڑھ لکھ کر دین سے دنیوی تربیت بھی لے کر آتے تو آج وہ بھی جرنیل ہوتے اور کوئی ایسا جرنیل بھی انقلاب لے آتا جسے دنیا کی بھی سمجھ ہوتی اور دین کی بھی سمجھ ہوتی۔ دینی مدارس دنیوی علوم نہیں پڑھا رہے اس کا نقصان ہمیں ہو رہا ہے۔امریکہ کو نہیں اور یہ ہماری ضرورت ہے کہ وہ لوگ جو قرآن پڑھتے ہیں، جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشادات پڑھتے ہیں، وہی لوگ چاہیں کہ وہ دنیوی علوم کے بھی ماہر ہوں اور دنیوی عہدوں پر فائز ہوں اور اللہ کی مخلوق سے محبت ہی نہیں، رحمت و شفقت اور انصاف کا برتاؤ کریں۔

میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ امریکہ میں رہنے والے امریکی عیسائی اور امریکی غیر مسلم بھی صدر بش کی حکومت سے نفرت کرتے ہیں۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری تو کوئی حیثیت نہیں ہم تو ایک عام آدمی ہیں۔عام پاکستانیوں کی طرح ایک عام شہری، دیہاتی، ہیں لیکن ہمارے علماء حضرات جو اسمبلیوں میں پہنچ گئے۔جو وزارتوں پہ متمکن رہے اور جو سینٹ میں جلوہ افروز ہیں۔یہ ایسے ادارے ہیں کہ وہاں کہ آواز روئے زمین پر گونجتی ہے۔میں سمجھتا ہوں یہ اُن حضرات کی ناکامی ہے کہ جو دنیا کو یہ باور نہیں کرا سکے کہ اسلام محبتوں کا مذہب ہے۔اسلام کسی سے نفرت نہیں سکھاتا۔میری بات آپ نے سُن لی۔آپ کے علاوہ کچھ لوگ سُن لیں گے لیکن جو بات اسمبلی میں ہوتی ہے، جو بات سینٹ میں ہوتی ہے یا جو رکن اسمبلی کے منہ سے نکلتی ہے یا سینیٹر کے منہ سے نکلتی ہے وہ روئے زمین کی ساری آبادیاں سنتی ہیں۔دنیا پہ جاتی ہے۔یہ ہماری بدنصیبی کہ ہمارے علماء حضرات جو اسمبلیوں میں اور سینٹ میں تشریف لے گئے انہیں صرف دنیا پہ مصیبت دو چیزوں پر نظر آتی ہے۔ایک ایل ایف او اور ایک جنرل پرویز مشرف کی وردی۔اس کے علاوہ وہ سمجھتے ہیں دنیا پہ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔اہل وطن کے مسائل پہ بات نہ کرتے۔کم از کم باقی غیر مسلم دنیا کو تو یہ باور کرا دیتے کہ اسلام نفرت نہیں اسلام محبت سکھاتا ہے۔ اسلام تمہارا دشمن نہیں اسلام تمہارا دوست ہے۔اسلام تمہیں بھی اللہ کے غضب سے بچانا چاہتا ہے۔اسلام تمہیں بھی آخرت کے عذاب سے بچانا چاہتا ہے۔اسلام تمہیں بھی اللہ کے دروازے پہ بلانا چاہتا ہے۔رہا یہ گھمنڈ کہ امریکہ سُپر پاور ہے یہ ماننا ہی غلط ہے۔سُپر پاور صرف ایک ہے جس نے اعلان کر دیا۔لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ والارض آسمانوں، زمینوں، ساری کائنات کی شہنشاہیت ایک اُس کے لئے ہے۔ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔دنیوی چیزیں اُس نے خود پیدا کی ہیں۔

فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیرًا ۝ ہر ایک کا اندازہ مقرر کر

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیا ہے۔ سب کو فنا کے گھاٹ اُترنا ہے۔ ہر زندگی کے پیچھے موت ایستادہ ہے۔ ہر اقتدار کے پیچھے زوال کھڑا ہے۔ ہر جوانی کے پیچھے بڑھاپا منتظر ہے ۔ ہر طاقت کے پیچھے کمزوریاں چھپی ہوئی ہیں۔ ایک دن اُس پر غالب آجائیں گی۔ میں نہیں رہوں گا، آپ نہیں رہیں گے، صدر بش نہیں رہے گا، جرنل صاحب نہیں رہیں گے لیکن اُس کی حکومت اور اُس کی شہنشاہیت رہے گی اسلام ایک انمٹ حقیقت ہے۔ اسلام کو مٹایا نہیں جاسکتا۔

نحن نزلنا الذکر وانّا لہ' لحافظون. اُس نے اعلان فرمادیا قرآن کو میں نے نازل کیا ہے اور میں خود اِس کی حفاظت کروں گا۔ اب جس کی حفاظت رب ذوالجلال اپنے ذمے لے لے۔ اُسے کون مٹا سکتا ہے؟ قرآن باقی رہے گا۔ اسلام باقی رہے گا۔ اس کے ماننے والے باقی رہیں گے۔ رہا اقتدار ووقار تو یہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔

تلک الایام نداولھا بین النّاس. زمانے کی رفتار کو اللہ کریم فرماتے ہیں میں لوگوں میں بدلتا رہتا ہوں۔ یہ ہمارے گناہ ہیں، ہماری برائیاں ہیں، ہماری کوتاہیاں ہیں کہ مسلمان مغلوب ہے، غیر مسلم اُس پہ حاوی ہے۔ لیکن اللہ کسی کی توبہ تو قبول فرمائے گا کسی کو تو احساس پیدا ہوگا کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو مقدم رکھنا چاہئے۔ اللہ کی اطاعت کو مقدم رکھنا چاہئے۔ آقا نامدار ﷺ کی غلامی کو مقدم رکھنا چاہئے۔ مسلمانوں میں جب یہ شعور بیدار ہوگا پھر غلبہ اسلام کا ہوگا۔

رفتہ رفتہ مسلمان روبزوال رہے۔ غیر مسلم ترقی کرتے گئے لیکن اب ایک حد آپہنچی ہے کہ اس سے نیچے اور کوئی ذلت کا مقام نہیں جہاں مسلمانوں کو جانا ہے۔ اب صورت حال میں تبدیلی بھی آئے گی۔ اور ہمیں تو خوشی ہے کہ صدر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حلال جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری کی دھار بنا لو اور کُند چھری سے ذبح نہ کرو کہ اُسے تکلیف ہوگی۔

بش خود ایمان قبول کرلیں۔ قرآن کا مطالعہ فرمائیں۔ حدیث پاک کا مطالعہ فرمائیں اور خود اسلام کو سمجھیں، امریکہ اسلام قبول کرلے۔

نہیں قبول کروگے محبت نہ پاسکو گے، دینی مدارس کو کوئی بند کردے۔ یہ اُس کا وہم ہے قال اللہ وقال الرسول ﷺ میں اتنی قوت ہے کہ اللہ نے قرآن کو باقی رکھنا ہے تو قرآن کے پڑھانے والوں کی حفاظت بھی خود کرے گا۔ اگر قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا تو قرآن پڑھانے والوں کی حفاظت بھی اُس میں آگئی، اور قرآن پڑھنے اور سیکھنے والوں کی حفاظت بھی اُس میں آگئی ۔ قرآن کی حفاظت تب ہی ہوگی جب قرآن پڑھانے والے بھی محفوظ ہوں گے۔ جب قرآن کے پڑھنے والے بھی محفوظ ہوں گے یہ دینی مدارس تو اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ اِن کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ حکومت کو بھی خواہ مخواہ وہم ہورہا ہے۔ حکومت کو دینی جماعتوں یا دینی مدارس کی دشمنی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور یہ سوچنا کہ انہیں ذلیل ورسوا کردیا جائے۔ یہ بھی غلط ہے۔

العزۃ للّٰہ والرسولہ وللمومنین. عالم بھی جو رُسوا ہوتے ہیں وہ دنیا کے لالچ میں آکر ہوتے ہیں۔ دین کی وجہ سے کوئی رسوا نہیں ہوتا۔ دین عزت کا سبب ہے ، رسوائی کا سبب نہیں، لیکن دیندار کہلانے والوں میں بھی جب دنیا کی طلب آجاتی ہے تو دنیا انہیں رسوا کراتی ہے۔ دین سے رسوا نہیں ہوتے۔ عزت اللہ کے لئے ہے اُس کے حبیب ﷺ کے لئے ہے اور اُس کے ایماندار بندوں کے لئے ہے۔

بات چلتی رہے گی اور جوں جوں باتیں سامنے آئیں گی اُس پر ہم بھی اپنی رائے پیش کرتے رہیں گے اور مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ لوگ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہوتے ہیں۔ ایجنسیوں کے حضرات یہاں بھی تشریف لاتے ہیں۔ پتہ نہیں انہیں کون سی بات

www.naqshbandiaowaisiah.com

پسند نہیں آتی جس کی جا کر وہ شکایت کرتے ہیں، میرا خیال نہیں ہے کہ میں نے کبھی کسی کے بارے میں توہین آمیز رویہ اختیار کیا ہو۔ اس لئے کہ یہ منبر محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے یہاں بیٹھ کر بات کرنے کی ایک حد ہے۔ اخلاقی حدود وقیود کے اندر رہ کر بات کی جا سکتی ہے۔ منبر رسول اللہ ﷺ پر بیٹھ کر گستاخی کرنے والا خود نہیں بچ پاتا۔ یہ سوچنا غلط ہے کہ ہم منبر پر بیٹھ کر کسی پر طنز کریں گے، کسی کی توہین کریں گے، یا کسی کی بے عزتی کریں گے، یہ منبر اس لئے نہیں ہے یہ تو محبتوں کا سرچشمہ ہے۔ برکات نبوی ﷺ کا سرچشمہ ہے اور دعوت عام کا سرچشمہ ہے۔ جو آئے آئے کہ ہم دل کشادہ رکھتے ہیں کوئی صدیوں کا گنہگار ظالم قاتل فاسق فاجر بھی آئے تو یہ منبر محمد رسول اللہ ﷺ اُسے قبول کرنے کے لئے اپنے دونوں ....

تو جب بھی کوئی توبہ کرے اُسے رحمت الٰہی کے سائے میں لے لے۔ لہذا اس منبر سے دعوت پیامبر اسلام ﷺ دعوت قرآن حکیم، دعوت رحمتِ عامہ، عام کی جاتی ہے اور ہر آنے والے کو آواز دی جاتی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد و بشر جو چاہے وہ آئے، اللہ کا دین سیکھے، اللہ کے حبیب ﷺ کا طریقہ سیکھے، اللہ کی محبت پائے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے انداز اپنائے اور آپ ﷺ کی غلامی سیکھے۔ اس منبر رسول اللہ ﷺ سے کسی سے نفرت نہیں سکھائی جاتی۔ میں نے ایجنسی کے حضرات سے کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ نوٹس لینے کی بجائے ہم سے کیسٹ لے جایا کریں اور کم از کم اگلوں کو وہ بات تو پہنچے جو ہم نے کہی ہے۔ کہا کچھ جاتا ہے آپ لکھتے کچھ ہیں کم از کم دیانت داری کا بھی کوئی تقاضا ہوتا ہے۔ جو کہا جائے وہ ضرور پہنچاؤ اور جو کہا جاتا ہے پہنچانے ہی کے لئے کہا جاتا ہے۔ چھپا کر رکھنے کے لئے نہیں کہا جاتا۔

تو اللہ کریم سب کو ہدایت دے ایجنسیوں کے لوگ بھی ہمارے مسلمان بھائی ہیں ہم تو اُن کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے۔ سب کو اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور ہمارے علماء حضرات کو یہ توفیق دے کہ کم از کم غیر مسلم دنیا کو یہ سمجھا سکیں کہ اسلام تمہارا مخالف نہیں۔ تمہارا خیر خواہ ہے تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ حق کی طرف بلاتا ہے۔ اور ظلم کرنے سے منع کرتا ہے اگر نہیں باز آؤ گے تو نتیجے بھگتتے رہو گے۔ اس دنیا میں بھی اُس دنیا میں بھی۔ اللہ کریم حق کہنے کی توفیق ارزاں رکھے۔ حق پر عمل کی توفیق ارزاں رکھے۔ موت نے اپنے وقت پر آنا ہے ہم موت سے ڈرتے نہیں ہم موت کی تیاری کرتے ہیں۔ ہمارے شب و روز الحمدللہ موت کی تیاری میں گزرتے ہیں اور میں دنیا میں بے شمار کام کرتا ہوں۔ لیکن میرا کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ جس کا مجھے ڈر ہو۔ یہاں بیٹھے ہوئے اس لمحے موت آ جائے تو میں فارغ ہوں۔ انشاء اللہ اور جانے کے لئے تیار ہوں۔ جب تک دنیا میں موجود ہیں دنیا کے کام، دنیا کی ذمہ داریاں، دنیا کے فرائض، کرنے ہیں لیکن یہ سب اللہ کی امانت ہے۔ کاروبار، زمینیں، گھر، اولاد، سب اللہ کی امانت ہے ابھی اٹھا لے، سارا مال اُس کا ہے پھر جس کے ذمے پڑے گا وہ کرتا رہے گا۔ ہمیں کیا فکر ہے؟ دم میں دم ہے تو محنت مزدوری بھی کرنی ہے، فرض ہے، جس طرح نماز فرض ہے، روزہ فرض ہے، حج فرض ہے اُسی طرح طلب رزق حلال بھی فرض ہے۔ اب میں اگر کام نہ بھی کروں تو میں بھوکا نہیں مرتا لیکن رزق حلال کے لئے محنت کرنا سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ کیوں نہ کریں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں بڑا مصروف ہوں اور مرنے سے ڈر جاؤں گا۔ نہیں، میں تو مرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے پتہ ہے مجھے مرنا ہے۔ مجھے آخرت پر یقین ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے اللہ کے حضور جانا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آقائے نامدار ﷺ مجھ جیسے ناکارہ لوگوں کو محروم نہیں فرمائیں گے۔ ڈرے تو وہ جس کے لئے موت پریشانی کا سبب ہو، ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری نصیب ہو جائے گی۔ یہاں بیٹھ کر ہم کر کیا رہے ہیں۔ لہذا حکومت کو حکمرانوں کو مجھے ڈرانے کی بجائے میری گزارشات پر غور کرنا زیادہ فائدہ مند ہوگا۔

آمین ثم آمین

www.naqshbandiaowaisiah.com

شرطِ ایمان

تم میں سے کوئی شخص اس وقت مومن، ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو اپنے والدین، اولاد، رشتہ اور دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ کرے۔ ایمان کی شرط ہی محبت رسول ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 20-6-2003

بسم اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمo

وقت جوں جوں آگے بڑھتا ہے زمانے کی رفتار اور شب وروز کا آنا جانا ایک تہہ سی جماتا چلا جاتا ہے۔ حالات پر، واقعات پر، زمانے کے روش پر، لوگوں کے کردار پر، سوچوں پر، افکار پرحتیٰ کہ ایمانیات پر بھی تہہ چڑھ جاتی ہے۔ مجھے یہ احساس آج کے اخباروں میں ایک بیان پڑھ کر ہوا۔ مجھے بہت حیرت ہوئی بڑا عجیب بیان ہے کم وبیش چار پانچ اخبار جو یہاں دفتر میں آتے ہیں اُن سب میں ہے۔ کہ محبتِ رسول اکرم ﷺ کے بغیر مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے یہ بالکل ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج طلوع نہ ہوتو دن مکمل نہیں ہوتا۔ بھئی سورج طلوع نہ ہوتو دن ہوتا کب ہے؟ کہ مکمل نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ ہوتو مسلمان ہوتا کب ہے کہ اُس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ عجیب بات ہے یعنی بات یہاں تک آ پہنچی۔ قرآن اور حدیث میں ایک فرق ہے کہ قرآن وحی متلو ہے وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ حدیث رسول اللہ ﷺ بھی وحی الٰہی ہے اور اُسے وحی غیر متلو کہتے ہیں وہ وحی جسے کتابت کر کے تلاوت نہیں کیا جاتا بلکہ اُس وحی کی جو تلاوت کی جاتی ہے اُس کی تفسیر اور اُس کی تشریح ہے۔

اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

مَا ینطق عن الھویٰ ان ھوالا وحی' یُوحیٰ۔

> **میرا حبیب ﷺ اپنی پسند سے باتیں نہیں کرتا۔ جب تک میری طرف سے وحی نہیں کی جاتی**

میرا حبیب ﷺ اپنی پسند سے باتیں نہیں کرتا۔ جب تک میری طرف سے وحی نہیں کی جاتی۔ قرآن میں الفاظ بھی اللہ کے ہیں۔ معانی بھی اللہ کے ہیں۔ بات بھی اللہ کی ہے۔ اور حدیث میں بات اللہ کی ہے الفاظ اور زبان رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ قرآن وحدیث میں صرف یہ فرق ہے جیسا قرآن کا انکار کفر ہے ویسا ہی حدیث کا انکار کفر ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ لا یُؤ مِنُ اَحدُکُم۔ تم میں سے کوئی شخص ایماندار ہو نہیں سکتا۔ حتی اکون احبَّ الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔ کوئی بھی شخص تم میں سے ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں محمد رسول اللہ ﷺ اُسے اُس کے والدین کی اولاد اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اب اس حدیث پاک نے تو محبت رسول اللہ ﷺ کو شرطِ ایمان قرار دے دیا۔ شب معراج نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے۔ جہاں تک رب نے چاہا۔ پھر واپس تشریف لے آئے آپ ﷺ نے صبح اعلان فرما دیا کہ میں رات کو گیا تھا۔ اللہ مجھے لے گیا۔ میں نے بیت المقدس میں نماز ادا کی۔ بیت المقدس مکہ مکرمہ سے تین مہینے کا راستہ تھا اونٹوں پر اور گھوڑوں پر اُس سے آگے جو کچھ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اُسے تو کفار نے یا مشرکین مکہ نے سننے یا سمجھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ اُن کے لئے یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

بات ہی کافی تھی کہ کوئی ہستی یہ کہتی ہے کہ میں رات کو بیت المقدس بھی گیا اور وہاں نماز بھی پڑھائی اور واپس بھی آ گیا جبکہ بڑے قیمتی اور اچھے اونٹ بھگا بھگا کر ہم لے جاتے ہیں اور تین مہینوں میں پہنچتے ہیں۔ اس بات کو لیکر وہ پھیل گئے ہر ہر بندے کے پاس کہ دیکھو یہ نیا تماشا، یہ نئی بات، سن لو۔ تو کچھ لوگ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے۔ بھئی تمہارے دوست نے جسے تم نبی مانتے ہو۔ اس نے آج تو بات کرنے کی حد کر دی۔ کیا اب بھی مانو گے؟ اس بات کو بھی مانو گے انہوں نے پوچھا۔ کیا فرمایا' حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ رات میں بیت المقدس گیا اور رات واپس بھی آ گیا وہاں نماز پڑھائی یہ ہوا وہ ہوا۔ وہ مسکرائے اور کہنے لگے تم بیوقوف ہو۔ اس سے بڑی بات ہے کہ اللہ کی طرف سے ان پر وحی آتی ہے جب میں وہ مانتا ہوں تو یہ تو معمولی سی بات ہے اللہ قادر ہے جو چاہے کرے۔ جب چاہے لیجائے۔ جب چاہے چھوڑ جائے۔ یہ تمہارے لئے عجیب بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زمین پر بسنے والے ایک شخص پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور اُسے اللہ کا رسول مانا جائے یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور یہ میں صدق دل سے مانتا ہوں جب رسول مانتا ہوں پھر اللہ قادر ہے جو چاہئے کرے۔ تم تو بیوقوف ہو تمہاری تو سمجھ ہی الٹ گئی۔ تم اسے زیادہ اہمیت دے رہے ہو۔

> کوئی بھی شخص تم میں سے ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں محمد رسول اللہ ﷺ اسے اس کے والدین' اس کی اولاد اور روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

واقعی یہ ایک قلبی تعلق اور دینی رشتہ الفت ہوتا ہے۔ جو بندے کو آقائے نامدار ﷺ سے پیوست کر دیتا ہے۔ یہ عشق رسول اللہ ﷺ ہی تھا کہ تیرہ برس لوگ تکلیفیں اٹھاتے رہے اور کسی تاریخ، کسی سیرت کی کتاب میں یہ نہیں ملتا کہ کسی صحابی نے یہ عرض کیا ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ مشرکین ہمیں بڑا تنگ کر رہے ہیں۔ آپؐ ان کے حق میں بددعا ہی کر دیں۔ کسی نے یہ تک نہیں سوچا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کریں کہ ان کے لئے بددعا ہی فرما دیجیے۔ بلکہ جس نے بھی سوچا یہ سوچا کہ میرا عشق سلامت رہے باقی جو ہوتا ہے' ہوتا رہے' مار کھاتے رہے' گرم لوہے سے داغے جاتے رہے' گرم ریت پر لٹا کر اوپر سے چٹانیں رکھی گئیں' شعب ابی طالب میں تین برس مقاطع کی نذر رہے' بھوک' افلاس' پیاس' ان کے پاس کیا تھا؟ کس بات پہ وہ مطمئن تھے۔ ایک صحابی کا ارشاد ملتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "دنیا بھر کی تکلیفیں ایک طرف لیکن جب حضور ﷺ کا رخ انور ﷺ نظر آ جاتا تھا ہم سب کچھ بھول جاتے تھے"۔ دنیا بھر کے دکھ ایک طرف چہرہ انور پہ نظر پڑتی تھی سب کچھ بھول جاتا تھا۔

> یہ عشق رسول ﷺ تھا کہ تیرہ برس لوگ تکلیفیں اٹھاتے رہے' تاریخ اور سیرت کی کسی کتاب میں یہ نہیں ملتا کہ کسی صحابی نے یہ عرض کیا ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ مشرکین ہمیں بڑا تنگ کر رہے ہیں آپ ان کے حق میں بددعا ہی کر دیں۔

اُحد میں ایک خاتون کا خاوند' بیٹا' بھائی' گھر کے چار فرد تھے' چاروں شہید ہو گئے۔ شاید مجھے صحیح یاد نہیں لیکن گھر کے افراد چار تھے چاروں شہید ہو گئے اور اس خاتون کو یہ خبر ملی کہ نبی اکرم ﷺ کا رُخ انور زخمی ہوا ہے' دندان مبارک شہید ہوا ہے' حضور ﷺ نے احد میں قیام فرمایا۔ شہدا کو دفن کیا۔ واپسی پہ رواں تھے تو اس تک خبر پہنچی کچھ لوگ اپنے اعزا کو لیکر مدینہ منورہ لے آئے۔ حضور اکرم ﷺ کی اجازت سے اور جنت البقیع میں دفن کیا تو ان لوگوں کی زبانی اُسے اطلاع ہوئی اور وہ احد کی طرف بھاگی۔ راستے میں حضور ﷺ گھوڑے پہ جلوہ افروز تھے۔ صحابہ کرام ہم رکاب تھے اور واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا بھاگ کر پائے مبارک سے لپٹ گئی۔ پاؤں مبارک پر بوسے دیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے اُسے تسلی دی کہ تیرے گھر کے چار افراد شہید ہوئے ہیں اور اللہ کے پاس جنت میں پہنچ گئے ہیں۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

www.naqshbandiaowaisiah.com

دکھ آپ سے بچھڑنے کا تھا۔ آپ ﷺ کے زخمی ہونے کا تھا۔ رخ انور کے زخمی ہونے کا تھا۔ آپ ﷺ کا رخ انور دیکھ لیا کوئی تکلیف' تکلیف نہیں رہی۔ مجھے یاد ہی مت کرائیں۔ مجھے وہ سب کچھ بھول چکا ہے آپ ﷺ کو دیکھنے کے بعد دکھ دکھ نہیں رہتا۔ بس مجھے بھول چکا ہے میرے لئے یہی کافی ہے۔ کہ میں آپ ﷺ کے پائے مبارک پہ بوسہ دے لوں خود رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی شخص صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔ یعنی شرط ایمان ہے کہ والدین سے' اولاد سے اور دنیا بھر کے سارے انسانوں سے میں محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت کرنے والا ہوں اگر یہ نہ ہو تو وہ صاحب ایمان ہی نہیں ہے یہ نئی بات پڑھنے کو ملی کہ محبت رسول اللہ ﷺ کے بغیر مسلمان کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ ایمان نام ہی محبت پیغمبر ﷺ کا ہے ایمان نام ہی عشق مصطفیٰ ﷺ کا ہے اور آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کس نے دیکھا ہے اللہ کریم کو' کس نے دیکھا ہے جنت' دوزخ کو' اور کس کو فرشتوں سے ملاقات میسر ہوئی' کسی نے برزخ کو دیکھا ہے۔ اور کسے حساب کتاب کی خبر ہے۔ سب کیوں مانتے ہو؟ کتنی چیزیں جو آپ دیکھتے ہو اور ان میں دھوکہ لگ جاتا ہے۔ آپ کہتے ہو بس آرہی ہے قریب آتی ہے تو ٹرک ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہو فلاں جگہ جانور کھڑا ہے قریب جاتے ہو تو جھاڑی ہوتی ہے۔ جب نظر دیکھ رہی ہوتی ہے جسے اُس میں دھوکہ ہے تو یہ چیزیں تو دیکھی نہیں کسی نے کیوں مانتے ہو؟۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے کہہ دیا۔ یعنی آپ حضور ﷺ کو کیا سمجھتے ہو بات میری سمجھ سے بالا ہے میری سمجھ میں ایک ہی بات ہے جو وہ کہتے ہیں اس سے باہر کوئی بات نہیں' کیا یہ دیوانگی نہیں ہے؟ پاگل پن نہیں ہے۔ اسی پاگل پن اسی دیوانگی کا نام اسلام ہے اور جب تک یہ دیوانگی نصیب نہ ہو بندہ مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔

وابستہ تیری یاد سے ہے یادِ خدا بھی

ایک صحابی کا ارشاد ملتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''دنیا بھر کی تکلیفیں ایک طرف لیکن جب حضورؐ کا رخ انور نظر آتا تھا تو ہم سب کچھ بھول جاتے تھے

آتا ہے جو تو یاد تو آتا ہے خدا یاد

جس کا بھی اللہ سے تعلق ہے اس لئے ہے کہ اسکا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے مخلوق تو ساری اللہ کی ہے لیکن نبی ﷺ سے کٹ جائے۔ اللہ سے اس کا رشتہ الفت چلا جاتا ہے۔ جہنم کیا ہے؟ جنت کیا ہے؟ دونوں رہائش گاہیں ہیں۔ دو گھر ہیں۔ جہنم ایسا گھر ہے کہ در و دیوار بھی آگ کے بنے ہیں۔ بستر بھی انگاروں کا ہے۔ خوراک بھی آگ ہے۔ اوڑھنا بچھونا آگ ہے اور اُس میں بندوں کو رکھا جائے گا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہ ایسا انہوں نے کیا کر دیا ان کے دل محبت رسول اللہ ﷺ سے خالی ہیں ایک ہی جرم تھا ان کا۔

جنت ایسا گھر ہے جس میں نعمت ہی نعمت' راحت ہی راحت' آرام ہی آرام' لذت ہی لذت ہے۔ کسی دکھ' کسی پریشانی' کا شائبہ نہیں۔ نام نہیں جنت میں سارے لوگ جو جائیں گے۔ سارے پارسا ہوں گے کوئی بدکار نہیں بخشا جائے گا۔ گناہ گار نہیں بخشے جائیں گے۔ فاسق فاجر نہیں بخشے جائیں گے۔ اور اگر بخشے جائیں گے تو کہاں جائیں گے؟ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ کسی کے چھوٹے بچے فوت ہو گئے اب بلا حساب جنت اللہ فرمائے گا۔ مسلمانوں کے معصوم بچے تھے۔ انہیں جنت بھیج دو وہ تو رونے لگیں گے ہم تو والدین کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ اچھا تو ان کے والدین کو بھی بھیج دو۔ بچوں کی سفارش پہ چلے گئے۔ بعض لوگ' نیک لوگوں کی سفارش پہ چلے جائیں گے۔ بے شمار لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پہ چلے جائیں گے۔ تو یہ جو شفاعت سے جائیں گے سارے گناہ گار نہیں ہوئے۔ تو گنا ہگاروں کا جنت میں کیا کام۔ بھئی سارے گناہ بخش کر جنت بھیج دے گا۔ اس لئے کہ کوئی نہ کوئی گوشہ دل کا ایسا تھا جس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت موجود تھی۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی گوشے میں عشق رسول اللہ ﷺ کا کوئی ذرہ تھا جنت جانے کیلئے وہ کافی ہے۔ سارے گناہ بخشوانے کیلئے وہ کافی ہے اور یہ عشق رسول اللہ ﷺ ہی ہے جو بندے اور گناہ کے درمیان دیوار بن جاتا ہے۔ کیوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیوار بن جاتا ہے؟ کہیں میرا نبی مجھ سے خفا نہ ہو جائے۔ کہیں میرا محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔ اور یہی سارا اسلام ہے۔

یہ بڑا عجیب بیان ہے مجھے پڑھ کے بڑا دکھ ہوا۔ یا اللہ! ہم نے یہ زمانہ بھی دیکھنا تھا کہ کوئی عشق رسول اللہ ﷺ کے بغیر بھی مسلمان ہے سورج نکلے بغیر بھی کہیں دن ہے۔ ایسی باتیں بھی سننے کو مل رہی ہیں۔ کسی بہت بڑے مولانا کا ارشاد ہے ہر اخبار نے اسے کوڈ کیا ہے اور بہت بڑی تین کالمی خبر ہے لیکن اُس نے یہ نہیں سوچا کہ جب سورج ہی طلوع نہ ہو تو یہ کہنا کہ سورج طلوع نہ ہو تو دن مکمل نہیں ہوتا یہ کتنی واہیات بات ہے کتنی فضول بات ہے کہ سورج طلوع ہوگا تو دن شروع ہوگا۔ اب سورج طلوع ہی نہیں ہوا تو دن کہاں سے آ گیا؟ جو مکمل ہو جائے عشق رسول ایمان کی بنیاد ہے میرے نبی ﷺ سے محبت نہیں ہے تو ایمان ہی نہیں ہے لا یومن احد کم تم میں کسی کے پاس ایمان نہیں جب تک' ماں' باپ' بیٹی' بیٹے سے اور دنیا بھر کے تمام انسانوں سے زیادہ محبت محمد رسول اللہ ﷺ سے نہ ہو۔ اور اگر اس محبت میں دراڑ آ جائے اس محبت میں بال آ جائے بڑے سے بڑا پارسا بھی نہیں بچے گا۔ نہ پارسائی اس کی حفاظت کرتی ہے نہ اُس کی نیکیاں اس کے کام آتی ہیں۔ قران کو پہلے سننے والے وہی لوگ تھے جنہوں نے تیرہ برس مکہ مکرمہ میں دنیا کی بے پناہ تکلیفیں برداشت کیں قران کے پہلے پہلے گواہ وہ لوگ ہیں۔ جو بدر میں ہمرکاب تھے' حدیبیہ میں ہمرکاب تھے' احد میں ہمرکاب تھے' جنہوں نے فتح مکہ کے بعد بھی اپنی جائیدادیں اور اپنے گھر لینے سے اس لئے انکار کر دیا کہ ہم تو اللہ کی راہ میں چھوڑ چکے ہیں۔ اب یہ ہمارے نہیں رہے۔ مکہ فتح ہو گیا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں نماز قصر

حضور ﷺ نے اُسے تسلی دی کہ تیرے گھر کے چار افراد شہید ہوئے ہیں اور اللہ کے پاس جنت میں پہنچ گئے ہیں۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دکھ آپ سے بچھڑنے کا تھا۔ آپ ﷺ کے زخمی ہونے کا تھا۔

ادا فرمائی تھی کہ میرا وطن نہیں رہا۔ میرا وطن تھا میں نے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا اب میں یہاں مسافر ہوں مہاجر صحابہ کرام نے مکہ مکرمہ میں حج پر عمرے پر تشریف لے گئے فتح مکہ پر تشریف لے گئے تو نماز قصر ادا فرمائی کہ ہمارا گھر نہیں ہے۔ یہاں ہم مسافر ہیں۔ وطن بھی تھا' گھر بھی تھا' ہم اللہ کی راہ میں چھوڑ چکے' اب ہمارا گھر نہیں ہے انہی لوگوں کو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

خبردار کبھی تمہاری آواز میرے نبی کی آواز سے بلند نہ ہو۔

یہ تمہاری ہجرتیں' یہ تمہاری قربانیاں' یہ تمہارے جہاد' یہ تمہاری جاں نثاریاں' سب تب منظور ہیں کہ تم میرے نبی کی بارگاہ میں مودب ہو۔ اگر آواز عالی پر آواز بلند ہو گئی تو میں سب کچھ تمہارا الوٹا دوں گا۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں ہے تمہاری کسی شہادت کی' کسی جہاد کی' تمہاری کسی ہجرت کی' کسی چیز کی' کوئی ضرورت نہیں ہے سب سے پہلے مقدم وہ بارگاہ ہے کہ جہاں عشق بھی ضابطوں کا پابند ہے آہ نہیں بھر سکتا۔ اسلام یا ایمان سب کچھ ہے ہی محبت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ سے لیکر یہی محبت آگے چلتی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں میرے صحابہ کی شان میں گستاخی نہ کرو۔ جس نے ان کی شان میں گستاخی کی اُس نے میری شان میں گستاخی کی اور جس نے میری شان میں گستاخی کی اس کو اللہ کے عذاب نے آلیا۔ اس کا ایمان جاتا رہا۔ جس نے اُن سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ یہ عشق ہی تھا جس نے تابعین کے سینے صحابہ کے انوارات سے منور کئے یہی عشق تھا جس نے تبع تابعین کو تابعین کے انوارات بانٹے اور آج تک جو سلاسل حق اور جو انوارات و برکات محمد رسول اللہ ﷺ بانٹ رہے ہیں اس سارے کی بنیاد محبت پر ہے۔ اگر ساری عمر کسی شیخ

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے ساتھ رہے۔ جس دن اُس کی محبت میں فرق آجائے گا ساری عمر کے منازل و مقامات دھڑام سے گر جائیں گے۔ یہی محبت ہے جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے وصولِ حق کا' ایمان کا' رسول اللہ ﷺ تک رسائی کا' اللہ پر ایمان اور اللہ تک رسائی کا' آخرت کی سرخروئی کا' اور وہ ہے آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ محبت۔

دنیا میں بے شمار چیزیں ہوتی ہیں کوئی کسی کو پسند ہوتی ہے کوئی کسی کو۔ ایک قسم کی گاڑی ایک بندہ پسند کرتا' دوسرا دوسری قسم کی گاڑی پسند کرتا ہے وہ کہتا ہے مجھے یہ نہیں پسند۔ سارے پھول ہیں ایک آدمی کو ایک پھول پسند ہے دوسرے کو دوسرا پسند ہے ایک کہتا ہے' گلاب کا گلدستہ بناؤں گا دوسرا کہتا ہے نہیں موتیے کی مالا اچھی ہے۔ میں وہ خریدوں گا۔ اب دونوں پھول ہیں دونوں میں خوشبو ہے لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو سب کو پسند ہوتی ہیں۔ حالانکہ نام لو۔ میرے علم میں دنیا میں ایسی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو سب کو پسند ہو بڑے لوگ ہیں جن کو اقتدار سے محبت ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اقتدار سے نفرت کرتے ہیں۔ کم از کم میرے مطالعے میں دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر بندے کو پسند ہو۔ امیر کو بھی' غریب کو بھی' بادشاہ کو بھی' فقیر کو بھی' مرد کو بھی' خاتون کو بھی' بچے کو بھی' بوڑھے کو بھی' روئے زمین پر ایک ہی ہستی ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ یہ ایک ایسی ہستی ہے جس پہ ہر مسلمان جان نچھاور کرتا ہے۔

تو کمال ہے روئے زمین پر مسلمان پھیل گئے۔ زبانیں مختلف ہیں' قد مختلف ہیں' رواجات مختلف ہیں' لباس محبت ہیں' لیکن جس کا دل چیر کر دیکھو وہی کہتا ہے میرے محمد رسول اللہ ﷺ۔

اور یہ جو میرا نبی' میرا رسول' میرے محمد

یہ تمھاری ہجرتیں، یہ تمھاری قربانیاں، یہ تمھارے جہاد، یہ تمھاری جانثاریاں، سب تب منظور ہیں کہ تم میرے نبی کی بارگاہ میں مودب ہو۔

رسول ﷺ ہیں اس نے مسلمانوں کو یکجان کر رکھا۔ آجکل رسوا کیوں ہیں؟ دلوں سے عشق کی آگ سرد ہوتی گئی' لوگ قوتوں میں' ملکوں میں بٹتے گئے' سارے ایک ہیں۔ میرے محمد رسول اللہ ﷺ پر کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ ایک ہیں یہ تعلق خاطر کمزور ہوا تو کہیں میری قوم آگئی۔ کہیں میرا ملک آگیا۔ کہیں میرا لباس آگیا۔ اور یوں عالمِ اسلام میں تفریق پیدا ہوگئی۔ لیکن یہ میرے محمد ﷺ کا جذبہ کم پڑنا اور اس پر میرا ملک میری قوم' میرا خاندان' میری ذات' اس کا حاوی ہونا کیا بندہ مسلمان رہ جاتا ہے؟ وہ مسلمان مردم شماری میں مسلمان لکھا جاتا رہے۔ قومی اعتبار سے مسلمان گنا جاتا رہے۔ مسلمان ہونے کی شرط یہ ہے کہ روئے زمین پر تمام انسانوں سے زیادہ محبت محمد رسول اللہ ﷺ سے کر رہا ہو۔ اور یہ محبت اللہ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ یہ اتنی بڑی دولت ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہزاروں کوتاہیوں' ہزاروں غلطیوں' کے باوجود بندہ مومن کے دل میں کہیں نہ کہیں چھپی رہتی ہے۔

کہیں نہ کہیں ہوتی ہے ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں۔ جو خود کو بڑے پارسا ظاہر کرتے ہیں لیکن محبت سے عاری ہوتے ہیں ان کے سامنے توہین رسالت ہوتی ہے آواز نہیں نکالتے۔ ہم نے ایسے دیکھے ہیں جنہیں لوگ بدمعاش' بدکردار' لچا' لفنگا کہتے ہیں لیکن حضور ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کرے وہ زبان کاٹ دیتے ہیں۔ بعض اوقات بظاہر پارساؤں میں کچھ نہیں ہوتا اور بعض اوقات بظاہر بدکردار نظر آنے والوں میں بھی درد ہوتا ہے۔

"بہر حال میرا موضوع یہ نہیں ہے کہ کہاں ہے کہاں نہیں ہے میرا موضوع یہ ہے کہ جہاں محبت محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہے وہاں ایمان نہیں ہے اور وہ بندہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ کہاں سے لی جائے؟ کہاں سے خریدی جائے؟ کس طرح محبت کی جائے؟ کوئی اس کا طریقہ کوئی اس کی دوا۔

شاہ اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے

www.naqshbandiaowaisiah.com

پوچھا تھا تو انہوں نے فرمایا کثرت سے حضور ﷺ کا ذکر کرتے رہا کرو حضور ﷺ کے تاریخ کے واقعات پڑھتے رہا کرو۔ سیرت طیبہ کو پڑھتے رہا کرو۔ کچھ نہ کر سکو تو چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھے' درود شریف پڑھتے رہا کرو۔ اللہ کریم تمہارے دل میں حضور کی محبت پیدا کر دے گا۔

اللہ ہمارے اُن احباب کو بھی سمجھنے کی توفیق دے اور یہ الزام مسلمانوں کا کہ تم میں محبت نہیں ہے۔ یہ فضول ہے کیونکہ دلوں کے حال اللہ جانتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس کے دل میں محبت ہے یہ یقینی بات ہے کہ جس کے دل میں محبت ہوگئی۔ اُسے نیکی سے پیار ہوگا۔ برائی سے نفرت ہوگی۔ بتقاضائے بشریت قصور ہوسکتا ہے لیکن گناہ سے محبت نہیں ہوسکتی۔ اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت اور برائی کی محبت ایک دل میں نہیں رہ سکتی۔ روشنی اور اندھیرا' نور اور ظلمت ایک دل میں نہیں رہتے اور اس دنیا کی سب سے بڑی دولت جو یہاں سے لیکر جانا ہے وہ عشق رسول اللہ ﷺ ہے ساری نمازیں اس کیلئے ہیں۔ سارے روزے اس کے لئے ہیں۔ ساری عبادتیں اس ایک کام کیلئے ہیں۔ سارے ذکر اذکار اس ایک بات کیلئے ہیں۔ زندگی کا حاصل یہ ہے کہ کون اپنے سینے میں یہ درد لیکر قبر میں داخل ہوا اور کون یہ نعمت عظمیٰ ضائع کر کے چلا گیا۔ اللہ کریم ہمیں یہ درد عطا کرے۔ اسے ساتھ لیکر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

معیت ذاتی وصفاتی

فرمایا۔ معیت باری ہر نبی کو ہر آن حاصل ہوتی ہے، نبوت کا خاصا یہ ہے کہ نبی اور رسول کو معیت باری ہر آن ہر لمحے اور ہمیشہ حاصل ہوتی ہے لیکن وہ معیت صفاتی ہوتی ہے۔ معیت صفاتی وہبی طور پر، قدرتی طور پر، ہر لمحے، ہر آن، ہر نبی کو حاصل رہتی ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کسی کا آسرا نہیں لیتے، کسی سے نہیں ڈرتے، کسی کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ نہیں کرتے۔ یہ اثرات ہوتے ہیں معیت کے۔

اب یہ نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو معیت ذات حاصل نہیں ہوتی وہ حاصل ہوتی ہے اور سب سے کامل اور اکمل درجہ میں ہوتی ہے لیکن معیت صفاتی ان کے وجود یا ان کی ذات کا حصہ بن جاتی ہے۔ ہر لمحے بعثت سے پہلے اور بعثت کے بعد بھی، نبی منتخب ہونے سے ابدالآباد تک معیت صفاتی حصہ بن جاتی ہے نبی کی ذات کا۔ تو کوئی بھی حاصل اس کی ذات سے نبوت کی نفی نہیں کرتا۔ تو معیت صفاتی کی نفی بھی کسی آن، کسی لمحے نبی سے نہیں ہوتی۔ جب وہ نبی مبعوث ہوتے ہیں اور جب وہ نبوت کا کام کرتے ہیں تو انہیں معیت ذاتی ہر ایک کی اپنی شان کے مطابق حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ معیت ذاتی کا تعلق کسب سے ہے اور انبیاء علیہم السلام جب مبعوث ہوتے ہیں تو اس اعتبار سے اس بعثت کے ساتھ، پھر اس کی تکمیل کے ساتھ اور ان عبادات کے ساتھ جو انہیں بتائی جاتی ہیں یا اس حلت وحرمت یا اس دین کے ساتھ جس کی وہ ترویج کرتے ہیں اس لئے اس پر خود بھی ہر آن دوسروں سے زیادہ عمل کرتے ہیں کہ وہ معیت ذاتی کے حصول کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے الگ ابتداء ہی سے معیت ذاتی حاصل تھی۔ اس معاملے میں جتنے انبیاء علیہم السلام کو معیت ذات باری نصیب ہوئی وہی رشتہ جو ان کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایمان کا تھا وہ اس کا سبب بنا۔ اور انبیاء کے بعد مخلوق میں سے جس جس کو نصیب ہوتی ہے بوساطت حضرت ابوبکر صدیقؓ پہنچتی ہے۔ اسی لئے پہلی امتوں میں بھی صرف حضور ﷺ پر ایمان لانے پر بس نہیں کیا بلکہ وَالَّذِينَ مَعَهُ کو ساتھ رکھا۔ اس کو اللہ نے پہلی کتابوں میں بی نازل فرما کر پہلی امتوں سے بھی منوایا کہ انبیاء معیت ذات کا جو استفادہ کرتے ہیں وہ براہ راست نبی کریم ﷺ سے ہوتا ہے اور غیر نبی جب مجاہدہ کرتا ہے تو اس کی ترسیل کا جو مصدر ہے وہ غیر نبی کی ذوات میں سے ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اور یہی باعث ہے کہ یہ سلسلہ عالیہ چونکہ براہ راست ابوبکر صدیقؓ سے مستفید ہوتا ہے تو ایک آدمی اگر ایک دن یہاں ذکر کرتا ہے پھر کسی دوسرے کو ساتھ بٹھا کر ذکر کراتا ہے تو اس کے لطائف منور ہو جاتے ہیں۔ اس میں کمال میرا یا آپ کا یا کسی ساتھی کا یا کسی صاحب مجاز کا نہیں ہوتا۔ اس چشمہ صافی کا جس کے ساتھ جوڑنے کا ہم سب بن جاتے ہیں ہم ایک لنک یا واسطہ یا تعلق درمیان میں بن جاتے ہیں چونکہ اس کا تعلق ایک ایسے چشمہ صافی سے جڑتا ہے جس کی ذات کا خاصہ معیت ذاتی ہے اور معیت ذاتی مقصود حیات ہے۔ معیت صفاتی اس دنیا میں کافر کو بھی ایک گونہ نصیب رہتی ہے۔ کیا رزق اسے نہیں دیتا، صحت اس کو نہیں دیتا، دنیاوی امور کی ساری نعمتیں اسے نہیں دیتا یہ ساری تو صفات باری کے طفیل حاصل کرتا ہے لیکن وہ وقتی اور لمحاتی ہوتی ہیں اور وہ منسوب ہوتی ہیں رحمانیت باری کی طرف۔ تو تجلیات ذات میں سے اگر حصہ ملتا ہے تو بنیاد اس کی ایمان بنتا ہے۔ مجاہدہ بنتا ہے، کسب بنتا ہے۔ کسب پر بھی ثمرات وہبی ہوتے ہیں۔ کسب کی حد تک آدمی مکلف ہوتا ہے لیکن کسب میں بھی جو ثمرات ہوتے ہیں وہ وہبی ہوتے ہیں وہ من جانب اللہ ہوتے ہیں۔ تو جو ثمر عطا ہوتا ہے یہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ فرق معیت ذاتی اور معیت صفاتی میں ہے۔

اقتباس از کنز الطالبین

www.naqshbandiaowaisiah.com

وسعتِ قلب ونظر

اسلام تو آسانیاں بانٹنے والا اور خوشخبری دینے والا مذہب ہے۔ ہماری تنگ نظری اور کم فہمی دین پہ تہمت بن جاتی ہے اور لوگ ہماری مسلمانی کو دیکھ کر اسلام ہی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں کہ اگر اسلام پہ عمل کر کے ہم ان جیسے ہو جائیں گے تو ہم ایسے ہی بھلے۔ حالانکہ مسلمان تو گفتار میں، کردار میں، اخلاق میں اور اعمال میں دنیاوالوں کیلئے نمونہ ہونا چاہئے

آسیہ اعوان
☆☆......راولپنڈی......☆☆

انسانی فطری طور پر مدنی الطبع ہے۔ وہ ایک خاندان میں جنم لیتا ہے۔ ماں اسے پالتی ہے باپ اس کی کفالت کرتا ہے، بہن بھائی اور رشتہ دار اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ وہ ہر لمحہ ہر ایک کا محتاج ہے، کبھی پیٹ کی بھوک، کبھی پیار اور توجہ کی بھوک اسے باقی لوگوں سے جوڑے رکھتی ہے۔ پھر وہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو یہ دائرہ بھی بڑا ہوجاتا ہے۔ اس میں اساتذہ، دوست احباب، محلے دار اور برادری والے آ شامل ہوتے ہیں اور پھر بستی، قوم، ملک اور آخر میں انسانیت کا رشتہ آ جاتا ہے۔

غرض انسان پیدائش سے موت تک دوسرے انسانوں سے کسی نہ کسی واسطے سے جڑا ہوا ہے۔ یوں تو جنگلوں میں بھٹک کر زندگی بسر ہوسکتی ہے۔ مگر انسان اور جانور میں یہی تو فرق ہے انسان صرف زندہ نہیں رہنا چاہتا، اس میں تمدن کی بھوک ہے، معیار زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کی چاہ ہے اور صلاحیت بھی۔ یہ صاحب فہم وشعور ہے اور یہ آگہی اسے جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے نہیں دیتی اسے بہتر سے بہتر کی طرف اُکساتی رہتی ہے۔ پھر یہ صرف ذہن ایسا ہی نہیں رکھتا یہ صاحب دل بھی ہے۔ دل جو جذبات کی آماجگاہ ہے۔ جو محسوسات رکھتا ہے اور ہر لمحہ محسوس کرتا ہے۔ محبت' انس' دردمندی جس کا خاصہ ہیں۔ ہاں مگر صرف یہی نہیں۔ یہ اگر دوستی کر سکتا ہے تو دشمنی کا بھی اہل ہے۔ نفرت اور غم وغصہ بھی اسے آتا ہے۔ اسی طرح دماغ اگر کرشمات کا گھر ہے، نت نئی راہیں دکھاتا ہے اور آدمی کو ان پہ چلاتا ہے اسے ترقی کی منازل طے کراتا ہے تو وہیں اس کو چالاکی ومکاری بھی آتی ہے۔ یہ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کو زک بھی پہنچا سکتا ہے۔ ان کا راستہ کاٹ بھی سکتا ہے۔

ہر انسان کا طرز حیات طرز فکر دوسروں کو متاثر کرتا ہے۔ چاہے وہ انفرادی سطح پر ہو، چاہے اجتماعی سطح پر لیکن اگر ہم دوسروں کے جذبات اور محسوسات کا پاس لحاظ نہیں رکھیں گے تو ایک باہمی کشمکش جنم لے گی۔

اسی لئے اللہ کریم نے انسان کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی رہنمائی اور تربیت کا بھی بندوبست فرمایا ہے۔ اپنے نبیوں اور کتابوں کے ذریعے اس کو ایک ضابطہ حیات دیا ہے، صحیح وغلط کی نشاندہی فرمائی اور اچھے بُرے کی تمیز دی۔

اس نے پابہ زنجیر کیا اور مجھے چھوڑ دیا

پس اللہ نے بھی انسان کو اس کی حدود سے آگاہ کیا ور پھر کھلا چھوڑا کہ اب کون ہے جو اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے اور کون ہے جو اس کی حدود کو توڑتا اور پھلانگ کر باہر نکل جاتا ہے۔

اس کی تعلیمات زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں۔ انسان کے نہ صرف عمل کو بلکہ اس کی ذات تک کو محیط ہیں۔ عمل تو اوامر ونواہی تک ہے لیکن اسلام اس سے بڑھ کر یہ تک بتاتا ہے کہ عمل کے پیچھے اس کا ارادہ کیا ہونا چاہئے؟ اور عمل کو نیت کی کسوٹی پہ رکھ کر قبول یا رد کیا جائے گا۔ نیز یہ کہ کونسے اخلاق اس کے لئے فاضل ہیں اور کونسے رذیل۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

صدق وصفا، سخاوت، ایفائے عہد، توکل ،تقویٰ، الفت، اُنس شرافت وایمانداری جیسے سارے اچھے اوصاف چُن کر اس کے کردار میں سجا دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حسد تکبر، بغض، انانیت، ریا اور نفرت وغیرہ یہ اُسے زیب نہیں دیتے اس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

اسی طرح اسلام اس سے ایک اور بھی تقاضا کرتا ہے وسعت قلب ونظر کا۔ کہ اس کے دل ونگاہ احترام آدمیت میں ایسے راسخ ہوں کہ وہ صرف اپنے ہی بارے میں نہ سوچتا ہو، صرف خود کو صحیح نہ سمجھتا ہو بلکہ دوسروں کو بھی اُن کے ہونے کی رعایت دے۔ ان کے خیالات ان کے جذبات کا بھی پاس کرے۔ ہر طرف سے تنگ نظری اور تنگ دلی نے ہماری حیات کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔

یہ بجا ہے کہ انسانوں کا باہمی ربط اس قدر مضبوط ہے کہ ہر انسان ہی دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کا طرز حیات طرز فکر دوسروں کو متاثر کرتا ہے، چاہے وہ انفرادی سطح پر ہو، چاہے اجتماعی سطح پر لیکن اگر ہم دوسروں کے جذبات اور محسوسات کا پاس لحاظ نہیں رکھیں گے تو ایک باہمی کشمکش جنم لے گی اور باہمی الفت اور احترام اس کھینچا تانی کی نظر ہو جائے گا اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جائے گا جس طرح کے انتشار کے دور سے ہم آج کل گزر رہے ہیں۔ اور جو زیادہ تر اسلام کے نام پہ پھیلایا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام تو جیو اور جینے دو کا قائل ہے۔ نظریاتی اختلاف یا عقیدہ کے اختلاف کی تو خود قادر مطلق نے بھی پابندی نہیں لگائی۔ اس کا فرمان ہے۔ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

پھر فرمایا۔ فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر

''پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے،،۔

اس سے بڑھ کر رواداری اور کیا ہو سکتی

انسان کے دل ونگاہ احترام آدمیت میں ایسے راسخ ہوں کہ وہ صرف اپنے ہی بارے میں نہ سوچتا ہو. بلکہ دوسروں کو بھی اُن کے ہونے کی رعایت دے۔ ان کے خیالات' ان کے جذبات کا احساس کرے۔

ہے۔ تو ہم کس بنیاد پہ دوسرے انسان کا گلہ کاٹنے کے مجاز ہو جاتے ہیں۔ بھلا ایک انسان کیونکر دوسرے انسان کی جان لے سکتا ہے۔ ہمیں دراصل دینِ مبین کی پیروی کرنے سے زیادہ اس بات سے غرض ہے کہ دوسرا کیا کر رہا ہے؟ اور کیسے آ رہا ہے؟ ہم اپنا زیادہ وقت اپنی اصلاح پر خرچ کرنے کی بجائے دوسروں کی عیب جوئی میں صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی حضور ہم میں سے ہر ایک صرف اپنے عمل کا جوابدہ ہے۔ پھر کیا خبر جس پہ ہم انگلی اٹھا رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک ہم سے زیادہ مقبول اور مغفور ہو۔

مذہب کی آڑ میں منافرت اور تعصب اندر سے ہماری جڑیں کاٹ رہا ہے۔ چاہے سانحہ کوئٹہ ہو جس میں شیعہ سُنی تناظر میں ۴۵ لوگ بم سے اڑا دیئے گئے یا آئے دن چرچ حملوں کی زد میں رہتے ہیں ان جیسے واقعات غیر ملکی ایجنسیوں یا ملک دشمن عناصر کا کیا دھرا ہوں لیکن ہماری باہمی منافرت اور مذہبی تعصب ہی اس کے اصل ذمہ دار تو ہیں جو دشمنوں کو اس کی آڑ لینے کا موقع فراہم کرتے ہیں پھر اس سے تو کوئی مفر نہیں جو ہم آئے دن اللہ کی مسجدوں سے دوسروں کے لئے فتویٰ کفر بلند کرتے رہتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو پانچ وقت کی نماز ادا کرنا شروع کر دے اور داڑھی رکھ لے وہ خود کو اسلام کا ٹھیکے دار سمجھنا شروع کر دیتا ہے خود کو بخشا ہوا اور باقی سب کو گنہ گار سمجھ لیتا ہے۔ آخر ہم سے اتنی سی نماز روزے جتنی مسلمانی کیوں ہضم نہیں ہوتی۔

اسلام تو آسانیاں بانٹنے والا اور خوشخبری دینے والا مذہب ہے۔ ہماری تنگ نظری اور کم فہمی دین پہ تہمت بن جاتی ہے اور لوگ ہماری مسلمانی کو دیکھ کر اسلام ہی سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں کہ اگر اسلام پہ عمل کر کے ہم ان جیسے ہو جائیں گے تو ہم ایسے ہی بھلے۔ حالانکہ مسلمان تو گفتار میں، کردار میں اخلاق میں اور اعمال میں دنیا والوں کے لئے نمونہ ہونا چاہئے کہ دیکھ تمہارا رب تمہیں اس طرح دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے تمہارے لئے جو نظام حیات ترتیب دیا ہے وہ تمہیں یہ روپ دے گا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

نیز اسلام صرف فردِ واحد کو اخلاقِ فاضلہ کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ کریم اس کی اس ضرورت کو بھی پورا فرماتے ہیں کہ آدمی تنہا نہیں ہے بلکہ ایک معاشرے کا جزو ہے۔ اور صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے بنیادی اصول و اوصاف بیان کرتا ہے۔

مثلاً اسلام تعلیم کو ہر مرد و عورت کے لئے لازم قرار دیتا ہے۔

اسلام عدل و انصاف کو پیٹ کی بھوک کے بعد دوسرا درجہ دیتا ہے۔ روزی کمانے کے حلال ذرائع مقرر فرماتا ہے اور پھر ایک ایک پائی کو کہاں کہاں خرچ کرنا ہے وہاں تک رہنمائی دیتا ہے۔ ایک اتنے مکمل اور خوبصورت دین کو ہم صرف اپنے کردار کی کمزوری، اپنی تنگ نظری کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں تو یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ تو ہم خود اپنے دین کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں۔

اسلام کی وسعتِ نظری تو تہذیب انسانی پہ ایک احسانِ عظیم ہے اسلام نے پہلی مرتبہ تمام انسانوں کو ایک صف میں کھڑا کیا اور فرمایا۔

اِتقُوا رَبَّکُمُ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ

ایک عالمگیر وحدتِ انسانی کی آواز بلند کی۔ پھر اللہ کے پیغمبرؐ نے عربی و عجمی کے فرق کو مٹاتے ہوئے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا۔

مذہب کی بنیادوں پہ پھیلی تنگ نظری اور تعصب کو چھوڑ بھی دیں تو ہم میں معاشرتی سطح پر بھی کہیں ذات پات، تو کہیں امیری غریبی کی بنیادوں پہ بھی اس قدر تفریق پیدا ہو چکی ہے کہ غریب شخص سلام کرتے ہوئے بھی ڈرتا ہے کہ جواب ملے گا بھی کہ نہیں۔

کسی کو پرکھنے کے لئے معیار اس کا عہدہ، گھر، خاندان، شکل و صورت اور لباس ہی رہ گئے ہیں۔ عمر، تجربہ، تعلیم، شرافت اور کردار کی خوبیاں کوئی نہیں دیکھتا۔ امراء کو اپنے سے نیچے دیکھنے کی فرصت نہیں وہ مزید سے مزید کی جستجو میں جا رہے ہیں۔ اسی طرح غریب کو جب اور جہاں موقع ملتا ہے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا۔

بڑائی کی بنیاد جب سے دولت سمجھی جانے لگی ہے نہ کہ خاندانی شرافت اور اعلیٰ کردار تب سے معاشرہ چھوٹے بڑے اور اچھے بُرے کی تمیز سے عاری ہو گیا ہے۔ ہر ایک دوسرے کا راستہ کاٹ کر اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ برلب سڑک سائیکل والا گاڑی والے سے باہم دست بہ گریباں ہے لوگوں میں برداشت کا مادہ ہی ختم ہو گیا ہے۔ کسی کے دل میں کسی کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے نہ دوسروں کے لئے خیرخواہی کا جذبہ ہے۔

دین داروں نے تعصب کا لٹھ ہاتھ میں اٹھا رکھا ہے اور دنیا داروں میں وہ نفسانفسی ہے کہ انسانی معاشرہ انسانوں کا جنگل لگتا ہے۔

ہمیں دراصل دین مبین کی پیروی کرنے سے زیادہ اس بات سے غرض ہے کہ دوسرا کیا کر رہا ہے؟ اور کیسے کر رہا ہے؟

ایسے میں خدارا مایوس ہونے کی بجائے کوئی صاحب دل تلاش کیجئے جو ہمارے دلوں کو اُجالنے کا کام کرے، ان پہ چھائی ظلمتوں سے ہمیں چھٹکارا دلائے اور ان پہ لگے زنگ کو صاف کرے۔ ورنہ ہمارے دل پتھر کے ہو گئے ہیں یا اس سے بھی سخت کوئی صاحب فن مل جائے تو اپنے پتھر دلوں کو اس کے پاس لے جائے ورنہ تو ہیرا بھی ایک پتھر ہے کوئی صاحبِ فن اس پہ محنت کرتا ہے اس کی تراش خراش کرتا ہے تو وہ پتھر سے ہیرے تک کا سفر طے کرتا ہے۔

ہمارے پاس بھی امید کی واحد یہی کرن ہے، نجات کا واحد یہی راستہ ہے ورنہ یہ شکست وریخت اور زیادہ ذلت اور تباہی لائے گی۔ اللہ کا بابرکت نام ہی ہمارے دل ونگاہ کو وہ فراخی بخشے گا کہ ہم خود کو دوسروں پہ مسلط کرنے کی بجائے سب مل کر ساتھ ساتھ چلیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.naqshbandiaowaisiah.com

اُخروی کامیابی

مومن و کافر دونوں ہی اسی جہاں میں زندہ رہتے ہیں۔ اسی سورج کے نیچے اسی آسمان کے نیچے اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ یہی پانی پیتے ہیں' یہی اناج کھاتے ہیں انہی لوگوں سے کام کاج اور میل جول رکھتے ہیں لیکن کافر کا جہاں اپنا ہے۔ مومن کا جہاں اپنا ہے۔ بالکل الگ الگ جہان ہے کافر کی ساری زندگی کا محور خواہ وہ اس میں مذہب داخل کرے مذہبی عبادت داخل کرلے پوجا پات داخل کرلے سب کا حاصل دنیا ہے اور مومن کی ساری دنیاوی محنت کا حاصل آخرت ہے۔

مولانا محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 30-5-2003

بسم اللہ الرّحمن الرّحیمo

والّذین یُؤمنُون بما اُنزِل اِلیک وَمَا اُنزِل مِن قَبلِکَ وَ بالاٰخِرۃ ھُم یُوقِنُونَ اُولٰئِک عَلیٰ ھُدًی مِن رَّبِّھِم وَاُولٰئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَo

زندگی گزارنے کے دو راستے ہیں اور پوری دنیا میں ہر انسان کے لئے صرف یہی دو راستے ہیں۔ اللہ جل شانہ' نے اُن لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔ جنہیں قرآن کریم سے ہدایت نصیب ہوتی ہے اور رہنمائی ملتی ہے وہ اُس راستے کو اختیار کرتے ہیں چونکہ رہنمائی تو قرآن کریم تمام مخلوقات کو دیتا ہے۔ ھدًی للناس۔ تمام اولاد آدم کے لئے رہنمائی فرماتا ہے لیکن اُس راہ کو اختیار کرنے کو بھی ھدًی کہا گیا ہے۔ ھدًی للمتقین۔ اُس راہ پر جو چلتے ہیں۔ اُس راہ کو جو اختیار کرتے ہیں۔ اُن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ ہر اُس بات پر یقین کامل رکھتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ وَالّذین یُؤمنُونَ بِمَا اُنزِلَ اِلیکَ وَمَا اُنزِلَ مِن قَبلِکَ اور آپ ﷺ سے جو پہلے آسمانی کتابیں نازل ہوئیں ان کی صداقت پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں جتنی بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اُن میں دو طرح کی باتیں تھیں۔ ایک خبر اور ایک احکام۔ آدم علیہ السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے وہاں سے لیکر آقائے نامدار پر نازل ہونے والے قرآن کریم تک تمام آسمانی کتابوں میں جو خبر دی گئی ہے وہ ایک ہے۔ اللہ کے بارے' اللہ کی ذات کے بارے' اُس کی صفات کے بارے' زندگی اور موت کے بارے' آخرت کے بارے' حشر کے بارے' ثواب وعذاب کے بارے' جتنی اطلاع دی گئی ہے۔ وہ تمام کتابوں میں وہی ہے جو آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر صحیفے نازل ہوئے اُن میں تھی وہی تمام صحائف میں دی گئی۔ وہی چاروں آسمانی کتابوں میں خبر دی گئی چونکہ خبر ایک ہی سچ ہوتی ہے اگر دو طرح کی خبر ہو تو دو میں سے ایک غلط ہوتی ہے اور اللہ کا فرمان سچ ہے۔ برحق ہے' نہ اُس کی ذات میں کوئی تبدیلی ہے۔ نہ اُس کی صفات میں کوئی تبدیلی ہے۔ نہ کوئی تبدیلی آخرت کے ایمان میں ہے۔ نہ حشر میں ہے' نہ جزا و سزا میں ہے' نہ ملائکہ میں' نہ جنت و دوزخ میں' لہٰذا خبر سب میں ایک تھی احکام مختلف ہو سکتے ہیں۔ مختلف قوموں کی استطاعت کے مطابق' ان کی جسمانی قوت کے مطابق ان کی عقلی استعداد کے مطابق ان کی علمی استعداد کے مطابق' اور اُس وقت کی ضرورت کے مطابق' احکام تبدیل ہوتے رہے۔ جب وہ حکم نازل ہوئے تب وہ حق تھے اُن کے مقابلے میں دوسرا حکم نازل ہو گیا۔ تو اللہ کریم کو حق حاصل ہے وہ بھی حق ہے۔

قرآن حکیم میں جو احکام نازل ہوئے وہ بھی سارے برحق ہیں۔ احکام میں ہم قرآن کریم کو ماننے کے مکلف ہیں۔ تورات' زبور اور انجیل میں اگر کوئی حکم ہے ہم ان کے مکلف نہیں ہیں۔ وہ اس وقت کیلئے' ان لوگوں کیلئے' احکام تھے۔ ہمارے لئے جو احکام ہیں وہ قرآن کریم میں ہے تو فرمایا والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ وہ لوگ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل ہوا اُس پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے آسمانوں پر کتابیں نازل ہوئیں ان پر یقین رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ ہے وبالاخرۃ ھم یوقنون کہ انہیں آخرت کے ساتھ یقین کامل ہوتا ہے۔

اب یہ کیسی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم دنیا میں وہ واحد کتاب ہے۔ جس نے بڑے بڑے مضامین کو چند حروف میں سمودیا۔ مختصر ترین بات کی اور صدیاں بیت گئیں ایک ایک جملے کی تفسیریں لکھتے ہوئے اور نہ جانے کب تک لوگ لکھتے چلے جائیں گے۔ وہ سارے مضامین اُن چند حروف میں سموئے ہوئے ہیں۔ بات کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ جامع ہو' مختصر ہو' الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت زیادہ ہوں۔ بہت بڑی بات کو تھوڑے لفظوں' تھوڑی بات میں سمودیا گیا ہو۔ جسے عرف عام میں کہتے ہیں۔ جیسے دریا کو کوزے میں بند کردیا گیا ہو۔ قرآن حکیم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ دنیا کے سارے مضامین کو ایک چھوٹی سی کتاب میں بند کردیا۔ اب وَالَّذِینَ یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ اس میں آخرت کے ساتھ ایمان دونوں جگہ آ گیا۔ جو آپؐ پر نازل ہوا۔ اس میں بھی آخرت پر ایمان ہے جو کتابیں پہلے نازل ہوئیں۔ ان سب میں بھی آخرت پر ایمان کا حکم ہے۔ اس کے باوجود جب کہ قرآن مختصر ترین الفاظ میں بات کرتا ہے اس کے باوجود ضروری سمجھا گیا کہ آخرت کا تذکرہ پھر سے الگ سے کیا جائے۔ حالانکہ ان دونوں میں موجود ہے پھر فرمایا وبالاخرۃ ھم یوقنون انہیں آخرت کے ساتھ یقین کامل ہوتا ہے' یقین کامل آخرت کے ساتھ کیا شے ہے یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ زندگی گزارنے کے دو راستے ہیں۔ بندہ مومن جیتا تو اس دنیا میں ہے۔ کاروبار اِس دنیا کے کرتا ہے' مزدوری اس دنیا میں کرتا ہے' تجارت اس دنیا میں کرتا ہے' ملازمت اس دنیا میں کرتا ہے' کھاتا پیتا اسی دنیا کا ہے' لوگوں کے ساتھ میل جول' شادی بیاہ' اولاد' گھر بار' سب کچھ اُس کا دنیاوی ہوتا ہے لیکن دنیا کے کام وہ آخرت کے نتائج کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے۔ مومن جو کام بھی

> **قرآن حکیم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ دنیا کے سارے مضامین کو ایک چھوٹی سی کتاب میں بند کردیا۔**

کرتا ہے اُسے آخرت کے ساتھ اتنا یقین کامل ہوتا ہے۔ کسی سے دوستی کرتا ہے تو سوچتا ہے اسکا نتیجہ آخرت میں کیا ہوگا؟ اور کسی سے دشمنی کرتا ہے تو سوچتا ہے آخرت میں اسکا نتیجہ اگر درست ہے تو پھر دشمنی ہے اگر آخرت میں دوستی کا نتیجہ صحیح ہے تو پھر دوستی ہے۔ یہ چیز کھانے سے آخرت میں فائدہ ہوگا کھاتا ہے۔ یہ چیز کھانے سے آخرت میں نقصان ہوگا۔ بے شک دنیا میں یہ لذیز ہو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ جیئے اس دنیا میں لیکن نظر آخرت پر ہو اور اسے یقین ہو کہ مجھے آخرت میں حاضر ہونا ہے اور یہ سارے دنیا کے کام پیش ہوکر نتیجہ وہاں نکلے گا۔ تو وہاں نتیجہ میرے حق میں آنا چاہیے۔ درست آنا چاہیے۔ صحیح آنا چاہیئے۔ دوسرا طریقہ زندگی کا یہ ہے کہ مذہب کے نام پر بھی کسی نہ کسی چیز کو' کسی نہ کسی رسم کو اختیار کرتا ہے اور یہ ایسی ٹھوس حقیقت ہے کہ اللہ کریم نے انسانی مزاج میں ایک ضرورت رکھ دی ہے' مذہب کی' اللہ کو ماننے کی' کسی ایسی غیبی طاقت کو ماننے کی' جو ہر کام میں اسکی حفاظت کرے۔ اسکی مدد کرے۔ اسکی دیکھ بھال کرے۔ لہذا تاریخ انسانی میں جب ایسے دور بھی ملتے ہیں کہ جہاں کوئی تہذیب نہیں' لوگوں کو لباس تک کی آشنائی نہیں' بے لباس رہتے ہیں جنگلی کیڑے مکوڑے' سانپ' مینڈک کھاتے ہیں۔ کھانے پینے کی تمیز نہیں اس حال میں بھی کوئی نہ کوئی رسم بطور مذہب انہوں نے ایجاد کر رکھی ہوتی ہے۔ کھانے پینے کی تمیز نہیں' پڑھنے لکھنے کی تمیز نہیں' تعلقات اور رشتوں کی تمیز نہیں' لباس تک کی تمیز نہیں' لیکن تاریخ انسانی میں آپ دیکھیں تو ان کے پاس بھی مذہب کے نام پر کچھ رسومات ہونگی۔ اس کا مطلب ہے تخلیقی طور پر مذہب کی طلب یا اللہ کی طلب انسان کے اندر موجود ہے۔ وہ خواہ کسی بت کی پوجا کرتے ہیں' ارواح کو پوجتے ہیں' سورج کو پوجتے ہیں' چاند تاروں کو پوجتے ہیں' آگ کو پوجتے ہیں' لیکن کسی نہ کسی کی پوجا ضرور کرتے ہیں جب وہ بھی پوجا کرتے ہیں تو ان کی زندگی کا اسلوب کیا ہوتا ہے؟ دنیاوی آسانیاں تلاش کرنے کے لئے مذہب بنایا جاتا ہے۔ آپ تمام مذاہب باطلہ کا مطالعہ کر جایئے کوئی دیوی کو پوجتا ہے یا دیوتا کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

پوجتا ہے' کوئی سانپ کو پوجتا ہے یا پہاڑ کو پوجتا ہے' کوئی سورج کی پوجا کرتا ہے یا چاند کی' اس کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ یہ دنیاوی امور میں مجھے فائدہ دے گا۔ میری بیماری ٹھیک ہو جائے گی۔ میری بھوک دور ہو جائے گی۔ مجھے کسی تکلیف سے بچالے گا۔ یا میری حاجت پوری کرے گا۔ یعنی مومن دنیا کی تلخیاں برداشت کر لیتا ہے لیکن اُس کی نگاہ آخرت پہ ہوتی ہے۔ کافر مذہب کو بھی دنیاوی حاجات کے لئے استعمال کرتا ہے۔

یہ دو طریقے ہی دنیا میں زندہ رہنے کے اور ہر انسان ان دو میں سے ایک پر زندہ ہے۔ اسی کو دو نظریے کہا گیا۔ مومن کی زندگی آخرت کے گرد گھومتی ہے۔ جان دینا کتنا مشکل کام ہے لیکن وہ دے دیتا ہے۔ کیوں دیتا ہے؟ وہ سمجھتا ہے یہاں مرنے سے آخرت سدھرے گی۔ لہذا مجھے یہاں مرنا ہے' یہاں گردن کٹوانی ہے' یہاں جان دینی ہے' دنیاوی اعتبار سے تو اس کا جہاں ہی ختم ہو گیا۔ جب زندگی گئی سب کچھ گیا۔ دنیا کی ساری آرام و آسائش گئی۔ گھر بار گیا' مال و دولت گیا' خویش واقارب گئے لیکن ایک صحابیؓ کے سینے میں نیزہ لگا تو اس نے کہا فزت برب الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ بھئی کیسے کامیاب ہو گیا؟ گھر سے باہر ہو' میدان میں ہو' پردیس میں ہو' کسی کو خبر نہیں ہے اور تمہیں شہید کر دیا گیا۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم' رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ جس بندے نے نیزہ مارا تھا یہ جملہ اس کے سینے میں اتر گیا کہ یہ کیا بات ہے؟ کہ آدمی ساری زندگی جو کوشش کرتا ہے وہ ہوتی ہے' جان بچانے کے لئے' اپنے بدن کو آرام پہنچانے کیلئے' اپنے لئے عزت دولت' شہرت جمع کرنے کیلئے' لیکن جب جان ہی چلی گئی سب کچھ چلا گیا۔ تو پھر کامیابی کس بات کی۔ کس بات نے اسے اس بات پہ آمادہ کیا کہ یہ کہتا ہے کہ فزت رب الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ وہ یہ سوال دل میں لئے ہوئے مدینے منورہ آیا۔ کیونکہ صحابہ کی یہ جماعت دھوکے سے قتل کی گئی تھی۔

> **تخلیقی طور پر مذہب کی طلب یا اللہ کی طلب انسان کے اندر موجود ہے۔ وہ خواہ کسی بت کی پوجا کرتے ہیں، ارواح کو پوجتے ہیں، چاند تاروں کو پوجتے ہیں۔**

جب صحابہ کرام نے دیکھا تو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور اجازت چاہی کہ وہ جو قاتل تھے۔ آپؐ کے خدام کے ان میں سے ایک آ رہا ہے۔ اجازت ہو تو اسے شہر میں داخلے سے پہلے ہی اسکا سر قلم کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب وہ آ رہا ہے اس کے آنے کا کوئی مقصد بھی ہو گا۔ اسے میرے پاس آنے دو۔ وہ حاضر ہوا۔ اس نے کہا میں نے بہت ظلم کیا۔ میں نے بڑی زیادتی کی۔ آپؐ کے صحابہ کو میں نے دھوکے سے بلایا اور قتل کیا۔ ان قاتلوں میں، میں بھی ہوں۔ آپؐ جو سزا چاہیں مجھے دیں لیکن میرے ایک سوال کا' ایک بات کا' جواب مجھے عطا فرما دیجیے۔ پھر جو سزا آپ چاہیں مجھے دیں۔ یہ کون سی نظر ہے؟ یہ کون سا نظریہ ہے؟ کہ بندے کے سینے پہ نیزہ لگا پشت سے نکل گیا لیکن اس کے منہ سے صرف ایک جملہ نکلا۔ وہ کہتا ہے رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے جب اُسے بتایا یہ دنیاوی زندگی فانی' عارضی' ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ پہلے کتنی دنیا تھی اور گزر گئی۔ کیا مر کر شاہ و گدا زیر زمین نہیں چلے جاتے۔ کیا مر کر سارے مال و دولت عزت وحشمت جاہ و اقبال خویش واقارب سب کو چھوڑ نہیں جاتے۔ لیکن اگر انہیں آخرت میں عزت مل جائے تو وہ دائمی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں اس نے جان دی تو اس نے رب کعبہ کی قسم کھائی کہ میں کامیاب ہو گیا۔ میں جیت گیا۔ یہ مجھے شہادت مل گئی۔ آخرت میں میرے لئے بہت بڑی عزت ہو گی۔ جو ہمیشہ رہے گی۔ جب یہ فلسفہ اس کی سمجھ میں آیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا اور اسے نور ایمان نصیب ہو گیا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ اگر ہم اپنا تجزیہ کریں انسانی مزاج بھی عجیب ہے کہ ہم ساری زندگی دوسروں کو زیر بحث لاتے ہیں۔ فلاں نے یہ غلط کام کیا۔ فلاں نے یہ غلطی کی۔ فلاں کی فلاں جگہ بے عزتی ہو گئی' فلاں کا فلاں نقصان ہو گیا' ہم سب اس جھمیلے کو چھوڑ دیں اگر' اپنی ذات کو زیر بحث لائیں۔ اپنے ایک دن کے صبح سے اٹھ کر رات سونے تک کے کاموں پر نظر رکھیں کہ دن بھر جو میں نے کیا ہے۔ اس میں آخرت کتنی تھی اور دنیاوی لالچ کتنا تھا۔ کہاں

www.naqshbandiaowaisiah.com

کہاں میں نے دنیا کے لالچ میں آخرت کھو دی۔ جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔ یہ کھانا چاہئے۔ کہاں مجھے بہت بڑی دولت مل رہی تھی لیکن میں نے ٹھکرا دی کہ اسکا آخرت میں مجھے نقصان ہوگا۔ بے شک دنیا میں میں بہت امیر ہو جاؤں گا۔ لیکن آخرت میں نقصان دے گی' میں نے آخرت کیلئے دنیا کی سہولت چھوڑ دی فرمایا۔

عسیٰ ان تکرہ شی ءٍ وھو خیر لکم.

ہوسکتا ہے تم کسی چیز کو بہت ناپسند کرتے ہو لیکن اسکا بھلا آخرت میں اتنا ہو کہ ہمارے لئے وہی بہتر ہو عسیٰ ان تحب شی ءٍ ہو سکتا ہے تم کسی چیز کو بہت پسند کرتے ہو وھو کرہ لکم لیکن وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو۔ تمہاری آخرت تباہ کردے' کتنا شوق ہے لوگوں کو اقتدار میں رہنے کا' حکومت حاصل کرنے کا' اسمبلیوں میں جانے کا' وزارتیں لینے کا' لیکن اگر یہ یقین ہو جائے کہ میرے گلے جو ذمہ داری پڑے گی' اس کے ساتھ جتنے لوگوں کے حقوق وابستہ ہوں گے' اگر ان میں کوتاہی ہوئی تو آخرت میں جواب طلبی میری ہوگی۔ لوگ پکڑ کر لانے پڑیں' لوگ بھاگیں اقتدار سے' اور قوم کو ڈھونڈنا پڑے کہ کسی کو پکڑ کر آگے لائیں۔ یہی فلسفہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے اقتدار کی طلب ہو' جو اقتدار کا خواہش مند ہو' اُسے کوئی عہدہ نہ دیا جائے اسلئے کہ اس کی نظر دنیا پر ہوگی اور وہ دنیاوی جاہ وجلال چاہتا ہوگا۔ دیانتداری سے کام نہیں کرے گا۔ فرمایا ان لوگوں کو عہدے دو۔ جو عہدوں سے بھاگتے ہیں' جان چھڑاتے ہیں' اس لئے کہ انہیں آخرت کا یقین ہے اور وہ دوسروں کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتے لیکن اگر ان کے سر پڑ گئی تو پھر وہ ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ ﷺ نے اسلام میں جو طریقہ کار بتایا۔ وہ یہ ہے کہ جسے اقتدار کی طلب ہو اُسے اقتدار نہ دیا جائے۔ طلب اسی لئے ہوگی کہ اسے اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس ملک میں چودہ کروڑ لوگ بستے ہیں'

مومن دنیا کی تلخیاں برداشت کر لیتا ہے لیکن اس کی نگاہ آخرت پہ ہوتی ہے۔کافر مذہب کو بھی دنیاوی حاجات کے لئے استعمال کرتا ہے۔

چودہ کروڑ کو حق وانصاف دلانا' انہیں تعلیم دلانا' انہیں آزادی رائے دینا' اُن کے روزگار کا اہتمام کرنا' اُن کے علاج معالجے کا اہتمام کرنا' ان کے سارے انسانی اور اسلامی حقوق پورے کرنا' یہ آسان کام نہیں ہے۔ انسان تو انسان حیوانات کو تکلیف ہوگی تو بھی جواب طلبی ہوگی۔ کسی پر ظلم ہوگا تو بھی جواب طلبی ہوگی۔ جج رشوت لیکر کسی پر ظلم کرے گا حاکم کی جواب طلبی ہوگی۔ تھانے والا رشوت لے کر دوسرے کو بے گناہ چالان کرے گا اس کے ساتھ جواب طلبی حاکم کی بھی ہوگی۔ جس طرح سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا تھا کہ دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو خطاب کا بیٹا پکڑا جائے گا۔ جب آپؓ کا وقت شہادت آیا اور آپؓ انتہائی زخمی حالت میں تھے اور یہ بات زیر بحث تھی کہ کس کو بعد میں امیر بنایا جائے۔ تو عرض کیا گیا کہ آپؓ اپنے بیٹے کو عبداللہ بن عمرؓ کو امیر مقرر کردیں۔ بہت صالح' بہت نیک' بہت قابل' بہت فہیم اور فقہی سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا تمہارا خیال ہے کہ قیامت کے دن سارا ہمارا ہی خاندان جواب طلبی کیلئے کھڑا ہو تم لوگ خود آگے کیوں نہیں ہوتے؟ تم یہ چاہتے ہو کہ قیامت کو جب بات ہو۔ یہ ہوتا ہے آخرت کا یقین کہ قیامت کو جب حساب ہو تو سارا میرا ہی خاندان کھڑا ہو۔ میں ایک کافی نہیں ہوں۔ وہ فاتح اعظم جب اقتدار کے عروج میں تھا تو کسی نے پوچھا کہ امیر المومنین آپؓ نے بے شمار فتوحات کیں اور دین لوگوں تک پہنچایا اور بے شمار دلوں کو نورِ ایمان سے سیراب کیا اور آپؓ نے انصاف کرنے کا حق ادا کردیا کہ کافر کو بھی آپؓ کے زیرِ اقتدار آ کر انصاف اور امن نصیب ہوا۔ تو آپؓ کیا سمجھتے ہیں کہ اس سب کا اجر آخرت میں آپ کیلئے زیادہ نہیں ہوگا۔ فرمانے لگے میرے دل کی پوچھو تو میں یہ چاہتا ہوں۔ مالی وما الی اللہ مجھے کچھ بھی نہ دے لیکن حکومت کے کسی معاملے میں مجھ سے باز پرس نہ کرے۔ میں اللہ سے راضی ہوں۔ جتنی نیکیاں تم بتا رہے ہو ان میں سے کسی کا مجھے کوئی ثواب نہ ملے لیکن دس سالہ عہدِ اقتدار میں نہ جانے کتنی کوتاہیاں ہوگئی ہوں گی۔ اگر اللہ مجھ سے باز پرس نہ کرے اور میری جواب طلبی نہ ہو تو میں یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

سارا ثواب چھوڑتا ہوں، میری جان چھوٹ جائے یہ اسلامی زندگی کا طرز حیات ہے۔مومن اسی ہوا میں جیتا ہے۔اسی زمین سے غذا پیدا کرتا ہے۔اسی معاشرے میں روزگار پیدا کرتا ہے۔ لیکن اُس کا ہر کام آخرت کے حوالے سے ہوتا ہے۔فرمایا وہ قیامت کے میدان میں جی رہا ہے اس طرح سے کام کرتا ہے کہ گویا میدان حشر میں کھڑا ہے وبالاخرۃ ھم یوقنون اسے یقین کامل ہوتا ہے کہ مجھے آخرت میں حاضر ہونا ہے۔یہ ایمان کی زندگی ہے اور کافر جتنے مذاہب بھی اختیار کرتا رہے۔تمام باطل نظریات کا آپ مطالعہ فرمائیں گے تو یہ بات سامنے آجائے گی کہ سارے باطل مذاہب میں مذہبی رسومات بھی ،دنیاوی فائدے کے لئے جوڑی گئی ہیں کہ اُس دیوی کے پاس جاؤ تو بارش برستی ہے،اس دیوتا کے بھینٹ چڑھاؤ تو اولاد ملتی ہے،اس کے پاس جاؤ تو صحت ملتی ہے،یعنی جو اسکا نتیجہ ہے یا اسکا ایک جو فطری اجر ہے وہ دنیا کا انہوں نے تصور کیا ہوا ہے یعنی کافر دنیا کے لئے جیتا ہے اور مومن آخرت کیلئے جیتا ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضاء میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہین کا جہاں اور

دونوں ایک ہی فضا میں اڑتے ہیں لیکن گدھ کا جہان اور ہے اور شاہین کا جہان اور ہے۔گدھ مردار کھاتا ہے شاہین شکار کھاتا ہے۔ دنوں کی زندگی بالکل مختلف ہے حالانکہ دنوں ایک ہی فضاء میں پرواز کرتے ہیں۔دونوں بڑے پرندے ہیں۔دونوں بہت بلند پرواز ہیں دونوں سارا سارا دن اڑتے رہتے ہیں اور آسمان کی بلندیوں میں کھو جاتے ہیں۔اوپر چلے جاتے ہیں نظر نہیں آتے لیکن فرمایا۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں

مومن وکافر دونوں ہی اس جہاں میں زندہ رہتے ہیں۔اسی سورج کے نیچے، اسی آسمان کے نیچے، اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ یہی پانی پیتے ہیں، یہی اناج کھاتے ہیں، انہی لوگوں سے کام کاج اور میل جول رکھتے ہیں لیکن کافر کا جہان اپنا ہے۔مومن کا جہان اپنا ہے۔ بالکل الگ الگ حیات ہے کافر کی ساری زندگی کا محور خواہ وہ اس میں مذہب داخل کرے، مذہبی عبادات داخل کرے، پوجا پاٹ داخل کرلے، سب کا حاصل دنیا ہے اور مومن کی ساری دنیاوی محنت کا حاصل آخرت ہے۔

ایک صحابیؓ کے سینے میں نیزہ لگا تو اس نے کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

یاد رکھیں! یہ جو فلسفہ عبادت ہے اور جس کو اب ہمارے دوستوں نے ، علماء کرام نے ، ہمارے عہد کے مولوی نے ، بدل کر رکھ دیا ہے کہ عبادت آخرت کیلئے کی جاتی ہے یہ تصور سراسر غلط ہے آخرت کے لئے عبادت نہیں آخرت کیلئے عمل کیا جاتا ہے۔عبادت توفیق عمل ارزاں کرتی ہے ۔ عبادت دل کو صاف کرتی ہے۔عبادت اللہ سے رشتہ استوار کرتی ہے۔ عبادت آخرت کے یقین کو کامل کرتی ہے اور مدد کرتی ہے برائی سے بچنے میں اور نیکی کرنے میں،قرآن میں نظریہ ہے انّ الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کہ بے شک اللہ کی عبادت برائی سے بے حیائی سے روک دیتی ہے۔آخرت عبادت کا بدلہ نہیں ہے۔آخرت عبادت کا اجر نہیں ہے۔عبادت کا اجر کردار ہے۔دنیا میں اور اُس کردار کا اجر آخرت ہے۔ عبادت کا اجر آخرت کردار کے حوالے سے بنتی ہے۔ براہ راست نہیں ایک بندہ نمازیں پڑھتا رہے، حرام کھاتا رہے، ایک بندہ حج کرتا رہے اور حرام کھاتا رہے، چوری کرتا رہے، ڈاکہ کرتا رہے، برائی کرتا رہے، وہ عبادت آخرت میں کیا نفع دے گی؟ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی بہت دور دراز سے چل کر بیت اللہ شریف پہنچے گا اُس کے کپڑے پھٹ چکے ہوں گے اور سفر کی گرد پڑی ہوگی، بال پریشان ہوں گے، پیدل چل چل کر جوتے ٹوٹ چکے ہوں گے، اور بڑے درد سے پکارے گا، لبیک اللھم لبیک کہ اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں لیکن اس کی لبیک کا جواب نہیں دیا جائے گا عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیوں فرمایا اس لئے کہ اس کا لباس حرام کا ہوگا، کھانا حرام کا ہوگا، اس کے پیٹ میں حرام ہوگا، اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ بیت اللہ میں آئے یعنی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کسی بھی عبادت کیلئے آپ ﷺ فرماتے ہیں گوشت کا وہ ٹکڑا، بدن پر جو گوشت چڑھتا ہے۔ اس کا جو ٹکڑا حرام سے بنے گا اگر بندے کی نجات ہو گئی اس میں ایمان ہوا تو بھی وہ گوشت جہنم میں جلایا جائے گا۔ حرام کا گوشت جنت میں نہیں جائے گا۔ وہ بدن جہنم میں جلایا جائے گا۔ اللہ اسے نیا گوشت جنت میں جانے کیلئے دیں گے۔ اب وہ گوشت کتنا عرصہ جہنم میں جلے گا اور کس تکلیف سے جلے گا یہ اللہ ہی جانے۔

نبت من السحت۔ گوشت کا وہ ٹکڑا جو حرام روزی سے بنا حرام کھایا اور وہ خون بنا خون سے گوشت بنا، ہڈیاں بنیں، جسم بنا، فرمایا حرام کا کوئی ذرہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ہو سکتا ہے اُس آدمی کا ایمان کامل ہو وہ غلطی سے حرام کھا گیا، اب اُس کی نجات بھی ہو گئی لیکن جو حرام جسم پر ہے اُس کو جلانے کے لئے اُسے دوزخ کی بھٹی میں جھونکا جائے گا۔ جس طرح سونے میں کھوٹ مل جائے تو سُنار اُسے بھٹی میں ڈال دیتا ہے۔ تیزاب میں ڈال دیتا ہے، تیزاب میں ڈال کر بھٹی میں چڑھاتا ہے، وہ چرخ کھاتا ہے، میل جل جاتا ہے اور خالص سونا پھر نکل کر الگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسانوں کو بھی پھر بھٹی میں جلایا جائے گا اگر جسم میں حرام گوشت ہے، حرام کا خون ہے، سود کا خون ہے، چوری کا خون ہے، ڈاکے کا خون ہے، پرائے مال کا گوشت ہے تو اُسے جلنا پڑے گا۔

ہمارا عالم یہ ہے کہ نماز کے وقت ہم آخرت پہ یقین کر لیتے ہیں۔ روزی کے وقت دنیا کو مقدم رکھ لیتے ہیں یعنی ہم کچھ لمحے ایمان کے ساتھ گزار لیتے ہیں کچھ لمحے کافرانہ حرکات کے ساتھ۔ ضروری نہیں کہ بندہ کافر ہو جائے اللہ کفر سے بچائے۔ سب کو پناہ دے لیکن بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی ہم کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ کام کافروں کے ہوتے ہیں مومن کو نہیں کرنے چاہیں۔ جیسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

> **حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے اقتدار کی طلب ہو، جو اقتدار کا خواہش مند ہو، اسے کوئی عہدہ نہ دیا جائے اس لئے کہ اس کی نظر دنیا پر ہو گی**

مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ متعمداً فَقَدْ کَفَرَ. او کما قال رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اُس نے کفر کیا۔ اب فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ نماز چھوڑنا کفر نہیں ہے فسق ہے۔ گناہ ہے۔ اس کا کیا مفہوم ہوا؟ فرماتے ہیں آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ جس نے جان بوجھ کر بغیر عذر شرعی کے نماز چھوڑ دی اُس نے ایسا کام کیا جیسا کام کافر کرتے ہیں۔ چونکہ ایک جگہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن اور کافر میں نماز کا، عبادت کا فرق ہے کہ کافر کا عقیدہ صحیح نہیں، وہ عبادت نہیں کرتا۔ مومن کا عقیدہ درست ہے اور وہ عبادت کرتا ہے۔ مومن اور کافر میں یہ فرق ہے۔ اور یہی بات میری بات کی تائید کر رہی ہے۔ جو میں عرض کر رہا ہوں کہ زندگی گزارنے کے دو نظریے ہیں، ایک نقطہ نظر ہے کہ جو کام میں کرنے چلا ہوں اُس کا نتیجہ روزِ حشر کیا ہو گا؟ یہ مسلمانی ہے۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے دیکھا جائے گا آخرت جو ہو گی ہو گی آج مجھے کیا مل رہا ہے؟ جہاں سے مل رہا ہے وہ لے لوں۔ یہ نظریہ کفر کا ہے۔ یعنی کافر اس طرح جیتا ہے کہ وہ دنیوی فائدے حاصل کرتا ہے اور عجیب عجیب رسومات بناتے ہیں۔ اب اسلام ایثار کا سبق دیتا ہے۔ دوسرے کی تکلیف دور کرنے کا سبق دیتا ہے اور اُس کا اتنا اجر بتاتا ہے۔

فرمایا کسی نے راستہ چلتے ہوئے راستے میں سے کانٹا ہٹا دیا پاؤں مار کر الگ کر دیا کوئی پتھر ہٹا دیا تو ہو سکتا ہے اللہ اُس پر اُس کی نجات کر دے کہ اُس نے دوسروں کی بھلائی کے لئے کیا تھا۔ لیکن کفر کیا ہے؟ میں دوبئی میں تھا۔ تو میرے ساتھ جو ڈرائیور تھا جس کے مالک دوست نے مجھے گاڑی دی تھی۔ اس کا ڈرائیور ہندو تھا۔ ایک دن کہیں جانا تھا تو وہ ذرا دیر سے آیا تو میں نے پوچھا کہ جانا تھا آپ کو میں نے بتایا تھا۔ کہنے لگا جی آج ہماری بہت بڑی مقدس رسم تھی۔ سال میں ایک دن یہ ہوتی ہے تو وہ اُس میں تھوڑی سی دیر لگ گئی تو اب میں حاضر ہوں اب فارغ ہوں اب چلتا ہوں۔ میں نے کہا کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ جی جب اس مہینے کی یہ تاریخ آتی ہے تو ہم اپنے گھر میں ایک آنے کا

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک چھوٹا سا پیڑا بناتے ہیں اور اس پہ کچھ منتر پڑھتے ہیں۔ پھر سوچتے ہیں کہ جتنی بیماریاں، جتنی تکلیفیں، ہمیں یا گھر والوں کو ہوتی ہیں وہ ساری اس میں بند کردی گئی ہیں۔ پھر اُسے ہم لوگوں کی نظر سے بچا کر کہیں راستے میں پھینک دیتے ہیں اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس کا پاؤں اس پر پڑتا ہے وہ ساری بیماریاں اسے چمٹ جاتی ہیں۔ میں نے کہا یار تم تو اپنی سوچتے ہو کہ تم تو پھینک آئے۔ پھر سارے ہی اس طرح پھینکتے ہوں گے۔ کسی پر تمہارا پاؤں بھی پڑے گا۔ اسلام تو ان چیزوں کو نہیں مانتا۔ اسلام تو یہ نہیں کہتا کہ اپنے دکھ دوسروں کو دو، اسلام تو کہتا ہے کہ دوسرے کا دکھ بھی اگر رفع کر سکتے ہو تو ہمت کرو۔ یہ بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ کسی کی تکلیف دور کرو۔ بات وہیں آ گئی۔

کفر کیا ہے؟ دنیاوی فائدے کیلئے رسومات پہ عمل کرنا۔ عبادات کے نام پہ کچھ رسومات ادا کرنا اور ایمان کیا ہے؟ دنیا کے کام آخرت کو دیکھ کر کرنا۔ وبالاخرۃ ھم یوقنون. آخرت پر یقین کامل رکھنا۔

میرے بھائی دنیاوی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک ہر لمحہ موت سر پر سوار ہے۔ کسی کے پاس کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ وہ صدیاں جیتا رہے گا۔ یا اگلا سانس بھی نہیں آئے گا۔ یہ سب اللہ کے علم میں ہے اور اس کے دستِ قدرت میں ہے۔ کسی کو کتنی لمبی عمر دے دے۔ اسکی مرضی کہ کسی کو مختصر سا عرصہ حیات دے۔ ایک لمحے بعد مر جائے۔ بعض مر کے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ماں کے پیٹ میں مر جاتے ہیں۔ زندگی بن کر ماں کے پیٹ میں بچہ مر جاتا ہے، پیدا ہونے کے بعد چند سانسیں لیکر مر جاتا ہے۔ چند دنوں کا، چند مہینوں کا مر جاتا ہے۔ چند سالوں کا مر جاتا ہے، بچے سے لیکر بوڑھے تک ہر ایک کے ساتھ موت کھڑی ہے کوئی پتہ نہیں کون سا عمل زندگی کا آخری عمل ہو۔ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے

> **آخرت کے لئے عبادت نہیں آخرت کیلئے عمل کیا جاتا ھے۔ عبادت توفیق عمل ارزاں کرتی ھے۔ عبادت دل کو صاف کرتی ھے۔**

کہ ہر نماز اس طرح پڑھو شاید یہ زندگی کی آخری نماز ہو۔ اگلی نماز تک فرصت ملے یا نہ ملے یہ دنیا کا وقار، یہ دنیا کے مقابلے، یہ دنیا کی ضدیں، یہ مار پیٹ ساری، یہیں رہ جائے گی اور اعمال پر اجر مرتب ہوگا۔ آخرت میں ایمان کی زندگی یہ ہے کہ اپنے تمام امور میں مقدم آخرت کو رکھا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو آخرت میں نقصان دے۔ اللہ کریم ہمیں اسکا شعور بھی دے ہم سے جو گناہ ہوئے ہیں وہ معاف بھی فرمائے اور ہمیں نیکی پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صحبت شیخ

فرمایا۔ تو یہ سلاسل تصوف محض دعویٰ نہیں بلکہ ان کے پیچھے ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ ان انوارات اور برکات کو حاصل کیا جائے اور جس استعداد کو تخلیقی طور پر اللہ کریم نے ہمیں بحیثیت انسان عطا کیا اس کو اس کی اصل جگہ پر صرف کیا جائے، اسے سے نورِ ایمان کو اخذ کیا جائے اور نور ایمان کو مزید منور اور مضبوط کرنے کے لئے برکات کو حاصل کیا جائے جو انعکاسی طور پر صرف صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہیں اور ان کے حصول کی دلیل ہمارا ارادہ، ہماری سوچ اور ہمارا عمل وکردار ہے۔ اگر کسی شخص کو کشف نہیں ہوتا لیکن اس کا ردِ عمل اور کردار مثبت انداز میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا تو یقیناً اس کے سینے میں نور نبوت آ گیا جو اسے اس طرف لے جا رہا ہے۔ اگر کسی شخص کو کشف ہونا شروع ہو گیا لیکن اس کے عمل کی اصلاح نہیں ہو پا رہی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے باطنی قوتوں کو جلا دینے کی تو مہارت ہوگئی لیکن ان میں نور نبوت داخل نہیں ہوا اور وہ شخص جسے کشف نہ بھی ہو اس کے اعمال سنت کے مطابق سدھرتے جا رہے ہیں تو وہ کامیاب ہوا۔

فرمایا۔ سلاسل تصوف میں تربیت وتزکیہ کا مدار صحبت شیخ پر ہے۔ جس کے لئے خلوص فی النیت اور خلوص فی العمل شرط ہے۔ اس کے حصول کا واحد ذریعہ اتباع شریعت ہی ہے جو اعتصام بالکتاب والسنہ اور اعتماد علی السلف سے عبارت ہے۔ کثرت ذکر اس کی وہ سمت ہے کہ جس سے آئینہ دل صاف ہوتا ہے۔ جس سے خلوص فی الدین اور للّٰہیت کی دولت جاوید ہاتھ آتی ہے۔

اقتباس از کنزالطالبین

www.naqshbandiaowaisiah.com

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّور

حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ ساتھیوں کے درمیان میں بیٹھ کر تربیت کرتے تھے اکثر کہاکرتے تھے کہ میں یہ سنگریزے جمع کر رہا ہوں جن سے کچھ لعل وجواہر نکلیں گے اور مہدی علیہ السلام کی نصرت کریں گے۔

صوبیدار مقصود احمد

1963ء میں میٹرک پاس کیا اور فوج میں شمولیت اختیار کی۔ اُس وقت دین کے بارے کوئی علم نہیں تھا بس کبھی نماز پڑھ لی لیکن پابندی نہیں تھی 1965ء کی جنگ سے قبل ایک دفعہ ایک فلم دیکھ کر آیا تو میرے ایک مہربان دوست نے مجھے یہ کہا کہ کبھی نماز بھی پڑھ لیا کرو۔ اُس کے اس درد بھرے فقرہ نے مجھے نماز کا پابند بنا دیا۔ پھر زندگی کی گاڑی چلتی رہی۔ آخر میں نے داڑھی مبارک رکھ لی۔ داڑھی رکھنے کے ایک ہفتہ بعد جناب بشیر صاحب سے صوبیدار محمد اسلم صاحب نے ملاقات کرائی انہوں نے سلسلہ کا تعارف کرایا اور ذکر کا طریقہ بتایا۔ اُس کے بعد ملیر کینٹ حافظ محمد صادق صاحب کی زیر نگرانی جماعت میں چلتا رہا۔1973ء میں حضرت جیؒ نے روحانی بیعت سے سرفراز فرمایا، نماز کی پابندی اور ذکر دوام کی نصیحت فرمائی۔

حضرت جیؒ ساتھیوں کے درمیان میں بیٹھ کر تربیت کرتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں یہ سنگریزے جمع کر رہا ہوں جن سے کچھ لعل وجواہر نکلیں گے اور مہدی علیہ السلام کی نصرت کریں گے۔ نماز کی پابندی اور ذکر دوام کی نصیحت فرماتے اور ساتھیوں سے شفقت اور بڑے بزرگوں کے ادب کی خاص طور پر نصیحت فرماتے۔ اہل تشیعہ کے بارے ایک دفعہ فرمایا کہ ان سے بغلگیر ہو کر نہ ملا کرو۔ چالیس دن نحوست رہتی ہے۔ حضرت جیؒ کی شخصیت سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ رواجی پیر فقیر نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ مقرر ہوں، مبلغ ہوں، مناظر ہوں، دوسری طرف دنیا کے کاروبار زمینداری، لین دین ہر جگہ پیش پیش یہی خصوصیت تھی جن کی وجہ سے میں سلسلہ عالیہ میں لگا رہا۔

حضرت جیؒ نے روحانی بیعت سے سرفراز فرماتے ہوئے نماز کی پابندی اور ذکر دوام کی نصیحت کی

سلسلہ عالیہ میں شمولیت کے بعد نماز میں پوری پابندی ہوگی، نوافل اور تہجد ادا کرنے میں آسانی ہوگی اور دین کی کچھ سمجھ آنے لگی خصوصاً ایک بات جس کی طرف پہلے کبھی خیال ہی نہیں جاتا تھا وہ یہ کہ لین دین میں درستگی ہوگی اور یہی لین دین یعنی ایک روپیہ بھی اگر دینا ہو تو دل میں ہلچل پیدا ہوتی ہے کہ اسے ادا کیا جائے اور یہی لین دین ہمارے خاندان میں سلسلہ عالیہ کے تعارف کا سبب بنا۔ اگر کسی نے قرض مانگا تو دل میں فوراً یہ بات آگئی کہ رقم ہے تو انکار کیسے کیا جائے؟۔ معاملات میں کافی حد تک درستگی ہی خاندان میں سلسلہ عالیہ کے تعارف کا سبب بنی، دوسرا حضرت جی کی کتاب دلائل السلوک بھی تعارف کا سبب بنی۔ گو ہمارے خاندان کے لوگ اس نعمت کو پا نہ سکے۔ لیکن متعارف ضرور ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ اللہ اس عظیم نعمت سے سرفراز فرمائے اس میں

www.naqshbandiaowaisiah.com

میری کوتاہی، کم علمی، کم ہمتی بھی ہو سکتی ہے کہ شاید اُن کو صحیح طرح سمجھا نہ سکا۔ اللہ پاک میری کوتاہی کو معاف فرمائیں اور توفیق عطا فرمائیں کہ صحیح طور پر سمجھا سکوں۔

ترویجِ دین کے سلسلہ میں علاقہ چھوٹے اجتماعات منعقد کرائے۔ جن میں ساتھیوں نے خصوصاً بڑے ساتھیوں نے بہت تعاون فرمایا۔ بڑے دور سے آ کر پروگرام میں شمولیت اختیار کر کے لوگوں کو ذکر کا طریقہ سکھایا۔ اور خاص کر روحانی تربیت فرماتے رہے اور اب بھی کر رہے ہیں اللہ پاک ان کی اس محنت اور مشقت کا انہیں اجر عطا فرمائے اور علاقہ میں اس کے اثرات سے انقلاب برپا کر دے۔

سلسلہ عالیہ کا اولین مشن انفرادی تربیت، پھر پورے معاشرہ کو اسلام کی برکات سے نوازنا، اور پھر پورے عالم میں اسلام کی حکومت قائم کرنا اور ظلم کو مٹانا ہے اس مقصد کیلئے تنظیم الاخوان کے پلیٹ فارم سے جدوجہد شروع ہوئی اس سلسلہ میں حتی المقدور لوگوں کو تعارف کرایا۔ تنظیم کے مقاصد سے روشناس کرایا اور نفاذ دین کیلئے انشاء اللہ جان و مال سب کچھ حاضر ہے۔ جو بھی ہو سکا، جو بھی حکم ملا کر گزریں گے۔ انشاء اللہ اور یہ ہم

سے اللہ کرائے گا۔ انشاء اللہ یہ کام سلسلہ عالیہ کی برکات کے حامل لوگ ہی کر سکتے ہیں کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں ہے ۔ میدان کارزار میں جم جانا یہ برکات کے حامل لوگوں کا ہی خاصہ ہوگا۔ اور یہ بات میرے دل میں جم گئی ہے کہ صرف اور صرف حامل برکات ہی یہ کام کر سکیں گے۔ اللہ پاک یہ عظیم برکات نصیب فرمائے۔

دوڑ دھوپ بھی زمانے میں انقلاب لانے کی ایک کڑی ہوگی اور اللہ پاک ان معمولی کاوشوں کا اجر عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک سلسلہ عالیہ کی برکات سے نوازے اور دین کی سمجھ، اپنی اور اپنے حبیب کی محبت نصیب فرمائے اور ہمارے شیخ المکرم کی زندگی میں برکت فرمائے اور ہمیں فیض یاب فرمائے۔ آمین ثم آمین

ہمارا مشن انفرادی تربیت کے بعد روئے زمین کو اسلام کی برکات سے آشنا کرنا ہے۔ عبادات کے ساتھ جو بڑی تبدیلی آئی وہ معاملات کی درستگی تھی

انقلاب زمانہ میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ تو عرض یہ ہے کہ نمرود کو اللہ پاک ایک حقیری مخلوق مچھر سے مروا سکتا ہے تو شاید ہماری یہ چھوٹی چھوٹی کوششیں ہی کبھی بڑے کارنامہ کا سبب بن جائیں ایک چھوٹی سی مکھی جو مٹی کا گھر بناتی ہے بڑی بڑی توپوں کے دھانوں کو بند کر دیتی ہے اس لئے میں برملا کہتا ہوں کہ ہر طرح کی چھوٹی سی کوشش کو بھی نظر انداز کیا جائے ہر کوئی اہم ہے اگر وہ اپنے کو اہم نہیں سمجھے گا تو کام رک جائے گا اور پوری انقلابی جدوجہد میں فرق پڑے گا۔ گنتی میں صفر صفر ہے لیکن اس کے بغیر ہند سے مکمل نہیں ہوتے۔ لہٰذا مجھے پورا یقین ہے کہ یہ معمولی

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے پرانے ساتھی حاجی ملک محمد حسین تلہ گنگ والے کی اہلیہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی ہیں تمام ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆......ڈسکہ کے ساتھی جلیل احمد قریشی کے والد محترم قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔

☆......غازی منیر احمد (سرگودھا) کے بھتیجے قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

سکون کی تلاش

اب یہ ضروری نہیں کہ ڈھیروں دولت ہی ہو تو سکون ہو، سکون تو قرب الٰہی میں ہے، وہ مفلسی میں مل جائے تو وہیں لذت آجاتی ہے اور دولت میں مل جائے تو وہیں لذت آجاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کو فاقہ مستی میں لذت آگئی۔ حضرت عثمانؓ کو کروڑوں کی دولت میں وہی لذت نصیب ہوئی۔ اپنا اپنا نصیب ہے یہ اللہ کی آزمائش ہے کسی کو کیا دیتا ہے۔ لیکن یہ جو لذت آشنائی ہے یہ سرد و گرم زمانہ سے اوپر چلی جاتی ہے امارت و مفلسی کی حدود سے بالاتر ہو جاتی ہے بلکہ۔ ؎ عجب چیز ہے لذت آشنائی دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 2-5-2003

بسم اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیمo

اِنَّمَا الْمُومِنونَ الذین اِذا ذکرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلوبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیھِمْ اٰیٰتُہ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً وَّ عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُونَo اَلَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُونَo اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُومِنُونَ حَقّاًo لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِندَ رَبِّھِمْ وَمَغفِرۃٌ وَّ رِزقٌ کَرِیمٌo

نواں پارے میں سورۃ انفال شروع ہو رہی ہے پہلی پہلی آیات مبارکہ ہیں اور ان میں مومن کی تعریف کی گئی ہے اور ایمان پر ثمرات کیا مرتب ہوتے ہیں؟ پھل کیا آتا ہے؟ اس کی بات ارشاد فرمائی روئے زمین پر ہم تمام نسل انسانی میں ایک بات قدرے مشترک کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر بندہ سکون کا طالب ہے ہر بندے کی یہ آرزو ہے کہ اُسے سکون میسر ہو۔ اب اُس کے لئے کیا کرتا ہے۔ وہ لوگ مختلف راستے اپناتے ہیں کوئی سمجھتا ہے کہ اقتدار مل جائے تو سکون ہوگا۔ بہت مزے میں رہوں گا ساری زندگی اس کے لئے لڑتا رہتا ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ دولت زیادہ جمع ہو جائے، کوئی سمجھتا ہے کہ کسی بت کی پوجا کرنے سے کچھ ہوگا۔ کوئی سمجھتا ہے کہ ارواح کو پکارا جائے تو شاید کچھ آسانیاں پیدا ہوں، مختلف انداز مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اب جن لوگوں کو آپ مغرب میں لباس سے عاری اور شرم وحیا سے محروم دیکھتے ہیں بنیاد اُن کی بھی یہی ہے کہ شاید سب کچھ چھوڑ دینے سے کوئی لمحہ سکون کا مل جائے۔ وہ پاگل نہیں ہیں اسی طرح کوئی نشہ شروع کر لیتا ہے۔ بھئی کیوں کرتا ہے چلو جتنی دیر نشے میں رہوں گا۔ اتنی دیر پریشانیاں بھولی رہیں گی۔ اور وہ دیر میری جو ہے وہ وقت جو ہے وہ پرسکون گزر جائے گا۔ یہ طلب بندے کو کہاں کہاں لے جاتی ہے۔ اب مغرب میں دیکھیں لوگ ہپیز بن گئے۔ ہپی کیا ہے؟ بھئی نہ اُس کا کوئی دین ہے، نہ مذہب ہے، نہ کردار ہے، نہ اخلاق ہے، نہ لباس ہے، نہ حلال ہے، نہ حرام ہے، نہ کھانا، جو مل گیا کھا لیا، جہاں رات پڑ گئی پڑ رہے، چرس پی لی، ہیروئن پی لی، شراب پی لی، اور بے سُدھ پڑے رہے، یہ کیا ہے؟ بھئی تلخ یادیں بھول جاتی ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ جب نشہ اُترتا ہے تو کتنی تلخ یادیں واپس لے آتا ہے جب ہمارے کسی بھی حیلے کا بھرم کھلتا ہے تو وہ تلخیاں جو ہم بھلانا چاہتے ہیں وہ کتنی شدت سے واپس آتی ہیں۔

اللہ کریم نے جس انسان کو پیدا فرمایا اُسی نے اس کے مزاج میں اس کے سکون کی طلب بھی رکھی ہے اُس کی خواہش و آرزو اور جستجو بھی رکھی ہے اور اُس کا سلیقہ بھی بتا دیا کہ سکون اطمینان جو ہے یہ ایمان کا پھل ہے۔ ارشاد فرمایا اِنَّمَا المومِنُونَ۔ یقیناً جو مومن ہوگا اُس کی پہلی پہلی نشانی یہ ہوگی۔ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوبُھُمْ۔ جب اللہ کا ذکر آئے گا تو اُس کا دل نرم پڑ جائے گا۔ کیفیات سے لبریز ہو جائے گا۔ ایک سرور قلب میں ایسا پیدا ہوگا۔ جو رگ و پے میں سرایت کرتا چلا جائے گا۔ اِنَّمَا المُومِنُونَ الَّذِینَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوبُھُمْ۔ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے۔ جب اللہ کی بات ہوگی، جب اللہ کا نام لیں گے، جب اللہ کو یاد کرے گا، جب اُس کے سامنے کوئی اللہ کا ذکر کرے گا، اللہ کی بات ہو رہی ہوگی، تو اُس کا دل

www.naqshbandiaowaisiah.com

کیف سے بھر جائے گا۔ محبت سے بھر جائے گا۔ وَجِلَت ۔ یہاں ہمارے ترجمے والے نے تو ترجمہ اردو میں لکھ دیا کہ اُن کے دل ڈر جاتے ہیں لیکن وَجِلَت سے مراد ڈرنا نہیں ہے۔ اس سے مراد وہ حالت ہے جو کسی کو قربِ میں محسوس ہوتی ہے۔ قربِ محبوب میں ایک ایسی حالت دل پہ آ جاتی ہے جب آپ کسی بہت بڑی عدالت میں جاتے ہیں تو اندر جاتے ہوئے دل میں ایک کیفیت سی آتی ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو عدالت کے خلافِ ادب ہو۔ جب آپ کسی حکمران سے ملنے جاتے ہیں تو دل میں ایک ایسی کیفیت آ جاتی ہے کہ اب میں ایک بہت بڑی ہستی کے سامنے ہوں تو کہیں کوئی اُس کے خلافِ شان کوئی حرکت نہ ہو جائے۔ اب یہ ڈرا سے صرف اُردو کا لفظ ڈر لکھ دینے سے اس کا مفہوم ادا نہیں ہوتا۔ یہ ایک کیفیت ہے کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو انہیں حضوری نصیب ہو جاتی ہے اور ان کے دل میں ایک ایسا کیف آ جاتا ہے کہ کہیں کوئی میری حرکت وسکون کوئی میرا لفظ کوئی میرا اٹھنے بیٹھنے کا طریقہ کہیں خلافِ ادب نہ ہو جائے۔ ایمان کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر آئے تو اس پر وصالِ محبوب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جس میں بندے کو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میری بہت ہی عزیز ترین ہستی ہے اور کہیں کوئی لغزش کوئی لفظ، کوئی کھانسی، کوئی حرکت، کوئی ایسی نہ ہو جائے جس سے بدمزگی پیدا ہو جائے پھر دوسری بات یہ ہے۔ اَلَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃ۔ دوسری صفت مومن کی یہ ہوتی ہے کہ وہ عبادات کو قائم کرنے والا ہوتا ہے۔ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ جو بھی اس کے قریب آئے جس سے بھی اس کا ربط پیدا ہو تو بھی اس کی بات سنے وہ اللہ کی عبادت پہ کاربند ہوتا چلا جائے۔ یعنی عبادت کو قائم کرے قائم کرنے سے صرف ذاتی طور پر ادا کرنا جو ہے وہ قائم کرنے کا مفہوم ادا نہیں کرتا۔ یہاں تو لکھ دیا جو نماز پڑھتے ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو نماز

> **اقامت الصلوٰۃ یہ ھے کہ جو بھی اس کے قریب آئے جس سے بھی اس کا ربط پیدا ہو۔ وہ اللہ کی عبادت پہ کاربند ہوتا چلا جائے۔**

پڑھنے کا سبب بن جاتے ہیں جن کے ساتھ ملکر بے شمار لوگ رکوع وسجود کی لذتیں لوٹتے ہیں۔ جن کے پاس چند دن بیٹھنے سے بندے کا مزاج بدل جاتا ہے اور اُس کا عبادت کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے جس کی مجلس میں آنے والا محروم نہیں رہتا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ ولی اللہ کون ہوتا ہے؟ فرمایا لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ ۔ حدیث شریف کا حوالہ دیا ارشاداتِ نبویؐ کا ایک حصہ یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ جن کے پاس بیٹھنے سے، کوئی وعظ سنے نہ سنے وہ کوئی تو بات کرے کوئی نہ کہیں، کوئی بات ہو نہ ہو از خود اللہ کی عبادت کو جی چاہتا ہے۔ اللہ اللہ کو جی چاہنے لگتا ہے، برائی کھٹکنے لگتی ہے، نیکی میں مزہ آنے لگتا ہے، ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے فرمایا وہ لوگ ولی اللہ ہوتے ہیں۔ الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃ ایسے لوگ جو اقامت الصلوٰۃ کا سبب بن جاتے ہیں۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ اور جو رزق ہم انہیں دیتے ہیں وہ میری مرضی کی جگہ پر خرچ کرتے ہیں۔ رزق لیکر قارون نہیں بن جاتے، رزق لیکر اس پر اتراتے نہیں، اب صحت بھی اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ بصارت اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ فہم وشعور اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ دولت اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ علم اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ حکومت واقتدار اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ اور ہر رزق کا انفاق اپنا ہے دولت ہے تو اس کا انفاق یہ ہے کہ جائز پہ خرچ کرے اور اسے ناجائز مصارف پہ خرچ نہ کرے۔ اقتدار ہے تو انصاف کرے، ظلم نہ کرے، عقل وشعور ہے تو دوسروں کی رہنمائی کرے، نیک مشورے دے، علم ہے تو دوسروں کی بھلائی چاہے، دوسروں تک علم پہنچائے اور دوسروں کو بھی علم سے مستفید کرے۔ یعنی جو رزق ہم اسے دیتے ہیں وہ ہماری پسند کی جگہ پہ خرچ کرتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بندہ مومن جو بیوی بچوں کو نان نفقہ دیتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! بیوی

بچوں کا نان نفقہ تو اس پر فرض تھا اس کے ذمے تھا تو فرمایا فرض کی ادائیگی ہی عبادت ہوتی ہے اگر اس کے ذمے فرض ہے تو جب وہ فرض ادا کرتا ہے تو فرض کی ادائیگی ہی عبادت ہے تو جب پیسہ خرچ کرے گا تو پیسے کا خرچ کرنا جو عبادت ہے اُسے صدقہ کہتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ مال بانٹیں جس جائز کام پہ خرچ کرے گا۔ خواہ اپنے بچوں پہ خرچ کرتا ہے۔ اپنے آپ پہ خرچ کرتا ہے۔ جائز حدود کے اندر وہ انفاق ہوگا۔ اور جہاں سے بھی حدود الٰہی یا سنت رسول اللہ ﷺ کی حدود توڑ کر کوئی باہر نکلے گا وہ اسراف ہو جائے گا وہ ضایع ہو جائے گا۔ اسراف ہو جائے گا گناہ ہو جائے گا۔ خطا ہو جائے گی۔ تو فرمایا ایمان کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ میں انہیں نعمتیں دیتا ہوں وہ میری سمجھ کر امانت کے طور پر میرے کہنے پر خرچ کرتے ہیں۔ جیسے ہمیں کوئی بندہ کچھ دے کہ یہ میری رقم اپنے پاس رکھو۔ جہاں جہاں خرچ کرنی ہوگی میں آپ کو بتاؤں گا۔ یا جیسے ہمارے پاس ملازم ہیں۔ میرے حساب کتاب کا کام منشی کے ذمے ہے اس کے پاس رقم ہوتی ہے میں بتاتا ہوں فلاں کو یہ دے دو۔ فلاں کو دے دو، فلاں کو دے دو، تو اس کی جیب میں جتنے ہوتے ہیں۔ وہ اس پہ اتراتا نہیں، اسے پتہ ہے کہ مالک کے ہیں، جہاں جہاں وہ کہے گا میں خرچ کروں گا۔ اللہ فرماتا ہے کہ بندہ مومن کو سارا جہان بھی دے دوں وہ میرا ملازم، میرا بندہ، میرا غلام، میرا خلیفہ، میرا منشی، ہوتا ہے جہاں جہاں میں کہتا ہوں وہاں وہاں خرچ کرتا رہتا ہے۔ یعنی اللہ کا نام لیا جائے تو سینہ لذت سے لبریز ہو جائے۔ عبادت الٰہی کی بات ہو تو نہ صرف خود کرے دوسروں کو بھی عابد بنانے کا سبب بن جائے۔ دنیا کی کوئی نعمت ملے اُسے اللہ کی امانت سمجھ کر اس کا حق ادا کرے۔ جہاں مالک کا حکم ہو وہاں خرچ کرے۔ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤمِنُونَ حَقّاً o ایسے لوگ جو ہیں دراصل وہ

> سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ ولی اللہ کون ہوتا ہے؟ حدیث شریف کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔

مومن ہیں حقیقتاً مومن یہ لوگ ہیں جن میں یہ تین خوبیاں پائی جاتی ہیں اگر کسی کا ایمان کامل ہو تو فرمایا لَھُمْ درجٰتٌ عندَ رَبِّھِمْ ان کا اللہ کے نزدیک ایک مقام ہے۔ ان کی ایک حیثیت ہے۔ اس کے علم میں، اس کی بارگاہ میں۔ حضور نبی کریم ﷺ جلوہ افروز تھے ایک مفلس صحابی گزرا جس کا لباس پھٹا ہوا تھا۔ بال پریشان تھے۔ نوجوان آدمی تھا۔ آپ ﷺ نے جو خدمت میں بیٹھے تھے اُن لوگوں سے پوچھ لیا کہ اس نوجوان کے بارے لوگوں کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مفلس سا آدمی ہے۔ اس کی کوئی لوگوں میں حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ تو کسی سے گزارش کرے تو اسے تو کوئی رشتہ بھی نہ دے۔ کسی سے درخواست کرے تو کوئی شاید اسے رشتہ دینے پہ بھی تیار نہ ہو۔ اور عرب میں اس آدمی کو بہت ہی گیا گزرا سمجھا جاتا تھا جسے کوئی رشتہ ہی نہ دے۔ اور اب ہمارے ماحول میں بھی وہی بات ہے کہ جسے کوئی بھی رشتہ نہ دے تو سمجھتے ہیں بہت گیا گزرا آدمی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک یہ کتنے امراء اور کتنے تمہارے بڑے بڑے لوگوں سے زیادہ مقام رکھتا ہے۔ اس کا اپنا جو مقام عنداللہ ہے۔ وہ ہزاروں لوگوں سے بڑا ہے۔ اگر اس کے منہ سے کوئی بات نکل جائے تو رب العالمین پوری کر دے گا۔ لوگ مانیں نہ مانیں۔ جو اس کے منہ سے نکلے گی وہ پروردگار عالم پوری کر دے گا اور یہ اصدق الصادقین آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا اب یہ ضروری نہیں کہ ڈھیروں دولت ہی ہو تو سکون ہو، سکون ہے قرب الٰہی میں، وہ مفلسی میں مل جائے تو وہیں لذت آجاتی ہے اور دولت میں مل جائے تو وہیں لذت آجاتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کو فاقہ مستی میں لذت آگئی۔ حضرت عثمان غنیؓ کو کروڑوں کی دولت میں وہی لذت نصیب ہو گئی۔ اپنا اپنا نصیب ہے یہ اللہ کی آزمائش ہے کسی کو کیا دیتا ہے لیکن یہ جو لذت آشنائی ہے یہ سرد و گرم زمانہ سے اوپر چلی جاتی ہے امارت و مفلسی کی حدود سے بالاتر ہو جاتی ہے بلکہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہُب چیز ہے لذت آشنائی
ہُب چیز ہے لذت آشنائی وہی لذت آشنائی نورِ ایمان ہے جسے اللہ کی معرفت نصیب ہوگئی جس نے آقائے نامدار ﷺ کو پہچان لیا۔ وہ قدموں سے اٹھنے کا تصور نہیں کرتا اور ہم خدانخواستہ جو رات دن نافرمانی کرتے ہیں ہم نے مانا تو ہے، پہچانا نہیں۔ ماننے اور پہچاننے میں بڑا فاصلہ ہے۔ مان تو ہم کسی کے بتانے کو بھی لیتے ہیں۔ پہچانتے تب ہیں جب دل جانتا ہے۔ اپنا علم جانتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طائف میں دعوت کیلئے تشریف لے گئے۔ اہل طائف نے بڑی ایذاء پہنچائی، پتھر مارے، لڑکے پیچھے لگا دیئے، جسم اطہر زخمی ہوا، گرمی بہت تھی، اتنا خون مبارک کہ نعلین مبارک پائے مبارک سے چپک گئے اور پاؤں مبارک الگ نہیں ہو رہا تھا۔ نعلین مبارک سے، غیرت الٰہی جوش میں آئی۔ طائف بڑے بڑے پہاڑوں میں شہر ہے۔ اللہ کریم نے ملک الجبال کو حکم دیا۔ وہ فرشتہ جو پہاڑوں پہ مقرر ہے اسے حکم دیا کہ ان لوگوں نے میرے حبیب ﷺ پر پتھر پھینکے ہیں تم یہ پہاڑ اٹھا کر ان پر پھینک دو۔ جو پتھر یہ اٹھا سکتے تھے انہوں نے پھینکے ہیں جو پہاڑ تم اٹھا سکتے ہو ان پر اٹھا کر پھینک دو لیکن میرے محبوب ﷺ سے اجازت لے لینا۔ وہ علام الغیوب ہے۔ وہ ساری باتیں جانتا ہے۔ اُسے پتہ تھا کہ کیا بات ہوگی؟ فرشتہ بارگاہ اقدس میں آیا۔ طائف ہی کے ایک باغ میں حضور ﷺ ستا رہے تھے۔ ملک الجبال حاضر ہوا یا رسول اللہ ﷺ ارشاد باری ہوا ہے کہ انہوں نے پتھر پھینکے ہیں اللہ کا حکم ہے کہ میں پہاڑ اٹھا کر ان پر پھینک دوں لیکن شرط لگائی ہے آپ سے اجازت لے لوں آپؐ نے فرشتے کو جواب دینے کی بجائے بارگاہ الوہیت میں دست مبارک دراز فرمائے اور عرض کیا بارالٰہا! انہوں نے بے شک مجھے پتھر مارے ہیں لیکن تیرے حبیب کو نہیں، اپنے ایک پڑوسی بھائی کو، ایک قریشی نوجوان کو، عبداللہ کے بیٹے کو پتھر مارے ہیں۔ فانھم لا یعلمون۔ یہ مجھے نہیں جانتے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ یہ تو مجھے محمد بن عبداللہ کا ایک قریشی سمجھ کر پتھر مار رہے ہیں۔ اگر یہ جانیں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں تو یہ میرے قدموں پہ جانیں لٹا دیں۔ فرمایا کیا خبر بارِ الٰہا! ان ہی کی پشتوں سے جو لوگ پیدا ہوں وہ مجھے پہچان لیں اور تیری عبادت کا حق ادا کریں۔ تیری اطاعت کا حق ادا کریں۔ تو آپ نے اُن کی طرف سے جو معذرت پیش کی۔ اُس میں عذر یہ پیش فرمایا۔ فَاِنَّھُم لا یَعلَمُون۔ یہ مجھے جانتے نہیں انہیں نہیں پتہ کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں یہ تو مکہ کے ایک نوجوان محمد بن عبداللہ سے لڑ رہے ہیں، محمد رسول اللہ ﷺ سے نہیں۔ تو ماننے اور جاننے میں اتنا فاصلہ ہے کوئی جان لے اور پھر وہ قدوم مبارک سے الگ ہونے کا تصور کرے یہ ممکن نہیں۔ پھر اُس کا جینا مرنا وہیں کا ہے۔ پھر اُس کی خوشی راحت وہیں کی ہے۔ اس کا دکھ سکھ انہی قدموں میں ہے۔ اس کی دنیا و آخرت انہی قدموں میں ہے۔ لیکن اللہ کریم یہ مہربانی فرمائے کہ دل کی آنکھ روشن ہو اور وہ پہچان لے کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں لَھُم درجٰتٌ عند ربھم۔ ان کا اپنا ایک مقام ہے عنداللہ ان کے منہ سے بات نکل جائے اللہ پوری کر دیتے ہیں۔

وَمغفرۃٌ وَّ رزقٌ کریمٌ ○

وہ بھی انسان ہیں، فرشتے نہیں ہوتے، غلطیاں ان سے بھی ہو جاتی ہیں لیکن رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے جو خطا ہو جائے معاف کر دیتا ہے آئندہ خطا سے بچا لیتا ہے بتقاضائے بشریت ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو مغفرت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے۔ وہ گناہ معاف کر دیتی ہے۔ احساس گناہ کو بیدار کر دیتی ہے اور آئندہ گناہ سے حفاظت فرما لیتا ہے۔ وَرِزقٌ کریمٌ ○ اور اُن کیلئے بڑی عالیشان نعمت ہے۔ بڑی پُرلذت آسائشیں ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پُرتکلف بستر ہو، اس پُرلذت سے نیند آئے گی۔ ہم یہ سمجھتے ہیں اچھا مکان ہو تو بڑی مزے کی بات ہے لیکن بڑے بڑے اچھے مکانوں میں، بڑے

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بندہ مومن جو بیوی بچوں کو نان نفقہ دیتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ بیوی بچوں کا نان ونفقہ تو اس پر فرض تھا فرمایا فرض کی ادائیگی ہی عبادت ہوتی ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

بڑے پرتکلف بستروں پر، لوگ والیم کھا کر سوتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو پتھروں پہ سر رکھ کر سو جاتے ہیں۔ اب لذت تو اس کے پاس ہے جس نے پتھر پہ بھی سر رکھا اور مزے سے سو گیا اس کے پاس تو نہیں ہے جسے کم خواب کے گدوں پہ بھی نیند نہیں آتی۔ لذت رضائے حق میں ہے۔ قرب الٰہی میں ہے۔ قرب رسالت ﷺ میں ہے۔ اب وہ جس حال میں یہ بھی نصیب ہو۔ امارت میں نصیب ہو تو اس میں بھی لذت ہے فقر میں نصیب ہو تو اس میں لذت ہے فاقہ کشی میں وصل نصیب ہو جائے تو فاقہ کشی میں لذت ہے۔ اور آرام سے کھانے کے نصیب ہو جائے تو کھانے پینے میں لذت ہے۔ لذت دنیوی حالات میں نہیں ہے لذت کیفیات قرب میں ہے دنیا کا جو حال بھی ہو وہی لذت آفرین بن جاتا ہے۔

کسی درویش کے پاس بادشاہ گیا۔ مولانا سعدیؒ نے اپنی حکایات میں بیان کیا ہے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ اس کے پاس گرم کپڑے نہیں تھے۔ رات گزری سورج نکلا تو دھوپ تاپنے کیلئے اپنی کوٹھڑی کے باہر بیٹھ گیا۔ بادشاہ کو، سلطان کو، خیال آیا، زیارت کیلئے جانا چاہئے۔ السلام علیکم وعلیکم السلام خاموش وہ اپنے حال میں مست بیٹھا ہے۔ اسے بادشاہ سے کیا ہے؟ آخر بادشاہ سلامت نے پوچھ لیا آپ کا کوئی حکم میرے لائق کوئی خدمت میں کرسکوں تو اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہا ذرا دھوپ کے سامنے سے ہٹ جاؤ بس اتنا کرم کردو۔ چونکہ بادشاہ اس طرف کھڑا ہو گیا تھا اس پر سایہ پڑ رہا تھا اس نے کہا ذرا دھوپ کے سامنے سے ہٹ جاؤ اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اب یہ کیسے عجیب لوگ ہیں۔ کیا تھا اس کے پاس جو رات بھر سردی سے ٹھٹھر تا رہا صبح تاپنے کے لئے شاید اس کے پاس چولھا بھی نہیں کہ دھوپ میں آ بیٹھا ہے۔ اس کے پاس لذت ہے اور وہ جو کھڑا ہے۔ جس کے پاس حکومت وسلطنت ہے۔ اس کے پاس لذت نہیں ہے تو لطف جو ہے یا لذت جو ہے وہ قرب الٰہی میں ہے رضائے الٰہی میں ہے۔ معرفت محمد رسول اللہ ﷺ میں ہے بارگاہ نبویؐ میں ہے۔ مر کے بھی لذت آتی ہے۔ زندہ رہ کے بھی لذت آتی ہے۔ احد میں ایک صحابی کو یہاں آنکھ کے قریب تلوار لگی اور اس پوری جگہ کو اس نے اس طرح کاٹا کہ آنکھ آگے لٹک گئی۔ اب اس نے آنکھ ہاتھ پہ رکھی ہوئی ہے اور دوڑتا ہوا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ ہٹا کر اپنے دست مبارک سے اس کی آنکھ واپس اپنی جگہ پہ رکھ دی۔ فرمایا جاؤ لڑو زخم بھی ٹھیک ہو گیا بینائی بھی ٹھیک ہو گئی۔ رگیں بھی اپنی جگہ جڑ گئیں۔ ایک دوسرا صحابی زخمی ہو کر گرا۔ صحابہ نے اٹھایا غالباً جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس کی ٹانگ میں پنڈلی میں زخم آیا تھا۔ ہڈی تک کٹ گئی تھی۔ اب آنکھ جیسا عضو جڑ سکتا ہے تو پنڈلی پر دست شفا پھیر دیتے وہ بھی سلامت ہو جاتی۔ انہیں اٹھا کر بارگاہ اقدس میں لے گئے یارسول اللہ ﷺ میری پنڈلی کٹ گئی ہے کیا اس سے میں مرجاؤں تو میں شہید ہوں۔ فرمایا کیوں نہیں تم اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہو۔ تم شہید ہو اس نے یہ نہیں کہا کہ یہاں دست شفا پھیر دیجئے۔ اس نے ساتھیوں سے کہا مجھے حضور کے قدموں میں اس طرح لٹا دو کہ میرا رخسار حضور ﷺ کے پائے مبارک پہ آ جائے۔ انہوں نے لٹا دیا۔ حضور تشریف فرما تھے۔ پائے مبارک پہ رخسار رکھا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اب یہ اپنی اپنی لذت ہے اسے صحت مند ہونے میں مل گئی اسے شہید ہونے میں مل گئی۔ اُسے جان دے کے مل گئی اُسے جان لے کے مل گئی۔ لیکن لذت نہ قتل میں تھی نہ شفاء میں تھی۔ لذت قرب مصطفیٰ میں تھی۔ امن وسکون اسی لذت کا نام ہے۔ اطمینان اسی کو کہتے ہیں۔ جس کے لئے جہاں سرگردان ہے یہ سب کچھ آقائے نامدار ﷺ کے قدوم مبارک کی دھول میں ملتا ہے۔ دنیا میں اس کے علاوہ جہاں بھر میں زمینوں، آسمانوں میں، برزخ میں، آخرت میں، اس کے علاوہ کوئی لمحہ سکون کا، کہیں بھی نہیں۔ سارے کا سارا سکون اسی بارگاہ سے ملتا ہے۔

مفسرین کرام لکھتے ہیں۔ ہر نبی ہر رسول بارگاہِ الوہیت کا ایک دروازہ ہے۔ فرمایا سب دروازے کھڑکیاں بند ہو گئے۔ سب کا وقت گزر چکا اور سارے بند کر دیئے گئے۔ اب ایک ہی دروازہ ہے غلامی محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ اب جسے یہ نصیب ہو گئی۔ بدر میں مکے کے چوٹی کے لوگ قتل ہو گئے۔ مکے والوں نے ایک دھوکا دیا۔ ایک قبیلے سے کہا کہ جا کر تم اسلام قبول کرنے کی بات کرو۔ اور نبی کریم ﷺ سے کہو کہ کچھ لوگ تمہیں تعلیم اسلام کے لئے دے دیں تو یقیناً وہ

سر کردہ لوگ دیں گے اور ان میں ہمارے بزرگوں کے اور بڑوں کے قاتل ہوں گے۔ ہمیں دے دینا ہم تمہیں ان کی قیمت دے دیں گے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے بدوی قبیلہ تھا انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر اعلان کیا۔ کچھ لوگوں نے گزارش کی کہ آپ ہمیں کچھ ایسے لوگ دے دیں جو ہمارے سارے قبیلے کو مسلمان کر کے دین سکھا سکیں۔ آپ نے اچھے اچھے اکابر صحابہ ہمرکاب کر دیئے جب وہ اپنے قبیلے کے قریب پہنچے تو سارا قبیلہ تلواریں سونت کر آ گیا۔ صحابہ اکرام کو پتہ چلا کہ انہوں نے دھوکہ دیا ہے۔ مقابلے میں ڈٹ گئے۔ غالباً گیارہ تھے یا سات تھے۔ جتنی بھی تعداد تھی یاد نہیں لیکن گنتی کے لوگ تھے وہ پورا قبیلہ تھا سارے لڑ کر شہید ہو گئے۔ ایک آدمی قید ہو گیا۔ حضرت خبیبؓ ایک اور صحابی شہید ہوئے اس کے لئے مکہ والوں نے شرط لگائی تھی کہ ان کی لاش بھی ہم خریدیں گے انہوں نے وقت نزع میں دعا کی کہ اے اللہ میرا جسم کافروں کو نہ دینا جب شہید ہو گئے وہ لاش اٹھانے آئے اللہ نے بھڑوں کا چھتہ بھیج دیا۔ لاکھوں بھڑیں ارد گرد حلقہ بنا کر آ گئیں۔ کوئی بندہ اندر جا نہیں سکتا۔ اُن سب کے دفن کا انتظام قدرت نے کیا کہ کوئی وہاں انہیں دفن کرنے پہنچا نہیں۔ خود ہی ریت اڑ اُڑ کر اوپر بیٹھ گئی۔ حضرت خبیب قید ہو گئے اب حرمت کے مہینے تھے اور اہل مکہ اپنے سابق دین میں بھی حرمت کے مہینوں میں قتل و غارت سے پرہیز کرتے تھے۔ تو وہ حرمت کے مہینے حضرت خبیبؓ مشرکین کی قید میں رہے تو مہینے گزر گئے۔ تو پھر بہت سی کرامات اس کی اس عرصے میں بھی اُس میں مذکور ہیں لیکن آخر وہ وقت بھی نکل گیا۔ انہیں شہید کرنے کا موقع آ گیا۔ سروں کا سمندر ہے۔ سارا مکہ امڈ پڑا۔ حرم کی حد سے باہر لے گئے۔ مشورے ہونے لگے کس طرح قتل کیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ ایذا دی جائے۔ پھر طے ہوا کہ

اس نے ساتھیوں سے کہا مجھے حضور کے قدموں میں اس طرح لٹا دو کہ میرا رُخسار حضور ﷺ کے پائے مبارک پہ آ جائے۔ انہوں نے لٹا دیا حضورؐ تشریف فرما تھے پائے مبارک پہ رخسار رکھا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی

سولی پہ لٹکایا جائے۔ نیزوں اور تیروں سے چھیدا جائے۔ یہ سب کچھ وہ سن رہے ہیں۔ آخری خواہش انہوں نے پوچھی۔ بات ایمان کی اور پہچان کی ہو رہی ہے انہوں نے کہا کہ میں دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ پڑھ لو جتنا عرصہ وہ قید میں تھے۔ نماز پڑھتے رہے بڑی لمبی نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے بڑی مختصر سی دو رکعت ادا کیں۔ انہوں نے پوچھا تم تو بڑی لمبی نمازیں پڑھتے تھے ہم تو بے فکر ہو گئے تھے اب گھنٹہ ڈیڑھ کہیں نہیں گیا۔ دو رکعت میں...... وہ کہنے لگے۔ ہاں دل تو چاہتا تھا لمبی کروں لیکن مجھے یہ خیال آیا کہ شاید تم سمجھو گے سزا سے ڈر کے لمبی کر رہا ہے۔ رکعت مختصر کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ تم یہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے اس نے لمبے سجدے شروع کر دیئے۔ تو جب انہوں نے گلے میں رسہ ڈالا ساری مخلوق پہ نگاہ کی تو فرمایا بار الہا! کوئی ایسا نہیں جو میرا سلام حضور تک پہنچا دے۔ اس ہوا کو حکم دے۔ میں تیری دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں کہ میرا سلام وقت رخصت بارگاہ نبویؐ میں عرض کر دے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما وضو فرما رہے تھے۔ خادم پانی ڈال رہا تھا۔ آپؐ وضو کر رہے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خادم نے پوچھا حضور کسی نے سلام تو نہیں کیا۔ فرمایا خبیبؓ نے کہا تم نے نہیں سنا خبیبؓ نے میرے لئے سلام بھیجا ہے۔ تمہیں سنائی نہیں دیا۔ بھئی یہ بھی تو کہہ سکتا تھا۔ مجھے بچا لے اپنے اپنے انتخاب کی بات ہے۔ اپنے اپنے مزے کی ، لطف کی ، بات ہے، لذت آشنائی کی بات ہے۔ اب اُس نے یہی سمجھا کہ جسم چھلنی ہو جائے۔ گردن لٹک جائے، سولی پر جوڑ جوڑ سے خون بہے لذت تو تب ہی ہے۔ اب مکہ والے سمجھ رہے ہیں کہ ہم انہیں بہت ایذا دے رہے ہیں۔ وہ سمجھ رہا ہے کہ مزہ تو اب آئے گا۔ اہل مکہ نے پابندی لگا دی ان کی لاش کوئی نہیں اتارے گا، اس طرح گل سڑ جائیں گے۔ چیلیں کوے کھا جائیں گے، پہرہ بٹھا دیا۔ پہرے دار پریشان ہو گئے جس طرف سے ہوا آتی تھی جہاں تک ہوا جاتی تھی ایسی خوشبو جاتی تھی جیسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

دنیا میں کسی نے نہ دیکھی ہو۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمایا۔ کون ہے جو خبیب کو لینے جائے گا۔ دو تین صحابہ کھڑے ہو گئے تشریف لے گئے وہاں سے میت اتار لی۔ احترام سے دفن کر دیا۔ انہیں وہاں لذت مل گئی۔ انہیں وہاں لذت مل گئی۔ کوئی ثور میں سیراب ہو گیا۔ کوئی بدر میں سیراب ہوا۔ کسی کو روضہ اطہر میں جگہ مل گئی۔ کوئی قبر میں سیراب ہو گیا۔ کسی نے مر کے پائی۔ کسی نے جی کے پائی۔ کسی نے افلاس میں پائی کسی نے کروڑوں پتی ہو کر پائی۔ کسی نے بصورت گدا پالی۔ کسی نے بادشاہ بن کر پالی۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ برصغیر کے واحد حکمران تھے ان کے پاس ایک بندہ حاضر ہوا۔ کہ سلطان اعظم میں پردے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ تخلیہ ہو گیا۔ اس نے کہا میں بڑا معزز سفید پوش بھرم والا بندہ ہوں لیکن میرے سفید کپڑے ہی رہ گئے ہیں میرے پاس رہا کچھ نہیں۔ میری بچی جوان ہے۔ اس کی شادی کی تاریخ مانگ رہے ہیں۔ میرے پاس مہمانوں کو کھانا دینے کا بھی اہتمام نہیں ہے۔ کپڑا نہیں، کوئی سامان نہیں اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری یہ بات سلطان اعظم کے علاوہ کوئی دوسرا بھی سنے۔ سلطان نے کہا۔ میرا جب شام کے کھانے کا وقت ہو اُس وقت آنا۔ دربان سے کہا جب میرا کھانا لگنے لگے اسے بھیج دینا۔ اب اتنے بڑے حکمران کا کھانا کیا تھا۔ راتوں کو بیٹھ کر قلمی قرآن مجید لکھتے تھے اور ٹوپیاں سیتے تھے یہ جو آپ سر پہ پہنتے ہیں۔ خادم چوری بازار میں قلمی نسخے قرآن کریم کے بیچتا تھا، ٹوپیاں بیچتا تھا۔ جو پیسہ اس سے آتا تھا اس سے سلطان کا کھانا بنتا تھا۔ اس دن کے جو پیسے تھے اُن سے تھوڑے سے چاول آئے تھوڑی سی دال آئی اور نمک ڈال کر سلطان نے کھچڑی بنوالی۔ سلطنت برصغیر کا حکمران تھا جب وہ آیا تو کھچڑی کی آدھی پلیٹ اُسے دے دی اور فرمایا میرے کسی بھی امیر سلطنت کو یہ پلیٹ جا کر دے دو۔ اب انہیں تو دیکھنا نصیب نہیں ہوتی تھی۔ اس نے اسے انعام میں لاکھوں دیئے ہوں گے۔ اس کا مسئلہ حل ہو گیا اور اس نے غنیمت جانا کہ سلطان کے کھانے سے چند دانے چاول کے تو مل گئے۔ برصغیر کی سلطنت بھی اس کے پاس تھی۔ اور وصال الٰہی بھی اور حضوری بھی بارگاہ نبوتﷺ کی نصیب تھی۔ تو جہاں جہاں جسے مل گئی اس کا حصہ ہے یہ دنیاوی حالات کا اعتبار نہیں ہے۔ اعتبار دلی تعلق کا ہے۔ اعتبار معرفت کا ہے، پہچان کا ہے، شناسائی کا ہے، حالات دنیا کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اب روئے زمین پر مسلمان ستم کا نشانہ ہے۔ کتنے ہیں بدنصیب جو اللہ سے دوری کی سزا پا رہے ہیں اور کتنے خوش نصیب ہیں جو قتل ہو کر بھی لذت وصال سے سرشار ہو رہے ہیں اور شہید ہو رہے ہیں۔ بات صرف ایک ہی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی معرفت نصیب ہو جائے۔ لذت آشنائی نصیب ہو جائے، حضوری کا کوئی لمحہ نصیب ہو جائے، زندگی نہ سہی، کسی نے کہا تھا۔

من ی پارہ دل ی فروشم

میں دل کے ٹکڑے بیچتا ہوں۔

بگفتہ قیمتش گفتم نگاہے

اس نے کہا بھئی کتنے میں بیچو گے قیمت کیا ہے؟ اس نے کہا ایک نگاہ پر قربان کر دیتا ہوں۔

بگفتہ کمترش

اس نے کہا مانگا مول کبھی ملتا ہے۔ اس میں کوئی رعایت کرو۔

بگفتہ کمترش۔ گفتم کہ گاہے

اس نے کہا یار زندگی میں ایک نگاہ سہی اسی پر بیچ دوں گا۔ یہ وہ بارگاہ ہے جس کی حضوری کا ایک لمحہ زندگی میں نصیب ہو جائے سکون واطمینان کے خزانے نصیب ہو جائیں گے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ کسی نے کوئی حکم اللہ کی حمد وصفت کا کہا۔ اللہ اکبر کہا۔ سبحان اللہ کہا۔ الحمدللہ کہا۔ اور وہ قبول ہو گیا یعنی اس میں اُسے وہ حضور وہ کیفیت نصیب ہو گئی۔ اس کی نجات کے لئے فرمایا وہ ایک کلمہ کافی ہے۔ ہم ساری عمر تسبیحات پڑھتے رہتے ہیں۔ ہمیں اپنی نجات کا یقین کیوں نہیں آیا۔ مولانا عبدالقدوسؒ دیوبند میں ایک عالم تھے اور بڑے سادہ تھے قرآن کریم سے اتنی محبت تھی کہ جو بھی ملنے جاتا السلام علیکم وعلیکم السلام! آپ کو قرآن آتا ہے جی میں حافظ تو نہیں ہوں۔ کچھ تو یاد ہو گا کوئی سورۃ الفاتحہ یاد ہے۔ اچھا وہی سنا دو۔ جو ملنے آیا جی مجھے فلاں سورۃ یاد ہے اچھا سناؤ۔ ایک دن بیٹھے تھے تو فرمانے لگے کسی نے عرض کی کہ حضرت جو بھی آتا ہے آپ قران ہی

www.naqshbandiaowaisiah.com

سنتے ہیں۔ فرمانے لگے بھئی یہاں ہی نہیں، ہم جب مریں گے۔ قبر میں حوریں آئیں گی۔ ہم پوچھیں گے بی بی قرآن آتا ہے تو سناؤ نہیں تو جاؤ۔ یعنی آپ ایک آدمی کا یقین دیکھیں یہ معمولی بات نہیں ہے کہ ایک بندہ بالکل خلوص دل سے کہہ رہا ہے کہ میں جب مروں گا۔ قبر میں حوریں آئیں گی اور میں ان سے کہوں گا بی بی قران یاد ہے تو سناؤ قرآن نہیں آتا تو جاؤ۔ یہاں تمہارا کیا کام ہے۔ ہمیں کیوں یہ یقین نصیب نہیں ہوتا۔ شاید ہماری ساری دوستی حلق سے اوپر اوپر رہ جاتی ہے۔ جنہیں نصیب ہو جاتی ہے ان کے دل میں اتر جاتی ہے۔ نمازیں تو یار ہم بھی وہی پڑھتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں۔ حج بھی کرتے ہیں۔ تسبیح بھی رات دن ہاتھ میں ہوتی ہے تلاوت بھی کرتے ہیں۔ لیکن جان کانپ جاتی ہے موت کے نام سے آخرت کے نام سے، اعتبار نہیں آتا کہ ہم بچ جائیں گے کیوں؟ نہیں آتا جب ایک کلمہ پہ بہشت بک رہی ہے اک نگاہ پہ بگفتہ کمترش۔

گفتم کے گا ہے زندگی میں ایک نگاہ سہی یار اُس زندگی کا کیا حاصل جو ستر، اسی برسوں میں ایک نگاہ بھی حاصل نہ کر سکی ہو۔ اسے ضائع کر دی، کھو دی، زندگی تباہ کر دی، اپنے آپ کو خسر الدنیا والاخرہ۔ دنیا و آخرت ضائع کر دی ہمیں کوئی اک نگاہ تو نصیب ہو جائے اسی کا درد اسی کی **کسک** میدان حشر تک کافی ہے۔ اللہ سب کو نصیب کرے سبھی اس کی اپنی تقسیم ہے۔ آمین۔

ایک میگزین

جو زندگیاں بدل دے

ماہنامہ ''المرشد''

کا مطالعہ کیجئے۔

ممبر شپ سالانہ -/250روپے

قیمت فی شمارہ -/ 25روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینجر

ماہنامہ المرشد 17-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ،

ٹاؤن شپ، لاہور 042-5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

حفاظتِ الٰہیہ

اللہ سے محبت وہی کر سکتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ پہلے تمہارا جذبہ تشکر ہوگا۔ جسے تم محض محبت کا نام دو گے لیکن جب اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ پھر تمہیں محبت کرنے کا ڈھنگ آ جائے گا۔ پھر تم اُس سے محبت کرو گے۔ یُجاھدُونَ فی سبیلہ۔ پھر تمہاری زندگی ایک مجاہد کی زندگی بن جائے گی۔ اللہ کی محبت کا اثر یہ ہوگا کہ تم روئے زمین پر اللہ کے سپاہی بن جاؤ گے۔ معاملات ہوں گھریلو باتیں ہوں معاشرے کی باتیں ہوں حکمرانی کی باتیں ہوں سیاست ہو کاروبار ہو تجارت ہو لین دین ہو ہر معاملے میں تم اللہ کے سپاہی بن کر حدود شرعی کے محافظ بنے ہوئے کھڑے نظر آؤ گے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 03-02-2

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ o

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ یہ کلام جو ذکر ہے۔ ذکر سے مراد کوئی ایسی بات جو دل سے محو نہ ہو سکے جو ہمیشہ یاد رہے۔ جس کے بھلانے کا کوئی لمحہ نہ آئے، کوئی موقع نہ آئے۔ تو قرآن کریم چونکہ ایک ضابطہ حیات ہے۔ قرآن حکیم اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے تعلق کا واحد ذریعہ ہے۔ اس لئے اسے ذکر کا خطاب دیا گیا۔ ذکر کے معنی مختلف ہو سکتے ہیں۔ نصیحت بھی ہو سکتا ہے لیکن تمام معنی کا حاصل یہ ہے۔ کہ ایسی بات جو دل میں بس جائے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، معاملات میں، تعلقات میں، کاروبار میں، عبادات میں، اللہ کے ساتھ تعلق میں اللہ کے بندوں کے ساتھ تعلق میں، جسے کہیں بھی فراموش نہ کیا جا سکے اور یہ ساری خوبی کلام الٰہی میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ کہ ہر ہر موقع پر رہنمائی فرماتی ہے۔ ہر ہر لمحے عظمت باری یاد دلاتی ہے۔ ہر کام کے کرنے کے وقت یاد آتی ہے۔ اس لئے اسے ذکر فرمایا گیا۔ یہ ذکر ہم نے نازل فرمایا۔ اور پھر یہ عجیب بات ہے کہ فرمایا

وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ o

یہ بات پہلی نازل ہونے والی کسی کتاب کے ساتھ ارشاد نہیں فرمائی گئی۔ لہٰذا اُن کتابوں میں تحریف ہوگئی۔ آج اگر کوئی چاہے کہ تورات زبور یا انجیل کا اصل نسخہ مل جائے۔ تو نایاب ہے ممکن نہیں ہے۔ اس قدر تحریف ہوگئی، اس قدر بگاڑ آ گیا کہ جو چیزیں اللہ نے شرک اور کفر قرار دیں وہ اُن کا حصہ بن گئیں۔ لیکن قرآن حکیم کا وجود اس آیت کریمہ کی تصدیق کے لئے کافی ہے کہ گزشتہ چودہ سو سال کے طویل عرصے میں دنیائے کفر نے بے شمار کوششیں کیں، بے شمار حیلے کئے، لیکن قرآن حکیم کی عبارت کا کوئی نقطہ، کوئی زیر، کوئی لفظ، کسی لفظ کا کوئی تلفظ، تبدیل نہیں کیا جا سکا۔

قرآن حکیم دنیا کی واحد کتاب ہے جو جیسے نازل ہوئی، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے مرتب فرمانے کا حکم دیا اُسی ترتیب کے ساتھ، انہی الفاظ کے ساتھ، انہی مفاہیم کے ساتھ، صفحہ ہستی پہ موجود ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ کے کچھ بندوں کے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔ بہت بڑی خوشخبری ہے۔ اگر قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے تو اس کا صرف یہ مطلب نہیں کہ اُس کے الفاظ محفوظ رہیں گے۔ چونکہ قرآن حکیم کا دنیا پر رہنا اُس پر ایمان لانے والوں اور ماننے والوں کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس میں یہ خوشخبری بھی ہے، یہ بشارت بھی ہے، اور یہ پیش گوئی بھی ہے۔ کہ تا قیام قیامت اس کتاب کو سینے میں بسائے رکھنے والے، دلوں میں سجائے رکھنے والے، اور اپنے اعمال و کردار پر اس کو سجائے رکھنے والے موجود رہیں گے۔ چونکہ کتاب کی بقاء کا یا کتاب کے ہمیشہ رہنے کا مفہوم یہی ہے۔ لوح محفوظ میں تو محفوظ ہے وہاں تو کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ علم الٰہی میں تو محفوظ ہے کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ خطرہ تو اسی دارِ دنیا میں ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ ہو جائے تو فرمایا۔

وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ o

ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

یہ الفاظ بھی موجود رہیں گے۔ ہزار کوششوں کے باوجود ہزار باطل تاویلیں گھڑنے کے باوجود اس کی حقیقی تاویل و تعبیر بھی موجود رہے گی۔ اس حقیقت کو ماننے والے بھی موجود رہیں گے۔ اس کو دلوں اور سینوں میں بسانے والے بھی موجود رہیں گے۔ اور واحد کتاب ہے جسے آٹھ سال کا بچہ بھی ابتدا سے انتہا تک ازبر کر لیتا ہے۔ اُس کے سینے میں من وعن محفوظ ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کسی کتاب کا ایک پیرہ گراف ایک بچے کو رٹا دیجئے جب وہ سنانے لگے گا۔ تو مفہوم بے شک وہی ہو کہیں نہ کہیں جملہ یا الفاظ بدل جائیں گے۔ آپ خود یاد کر لیجئے۔ کسی اقتباس کو یاد کر لیجئے۔ جب آپ دہرائیں گے تو شاید آپ مفہوم تو وہیں ادا کر دیں لیکن یقیناً کہیں کوئی لفظ بدل جائے گا۔ کہیں کوئی جملہ بدل جائے گا۔ یہ اسی حفاظت الٰہیہ کا اعجاز ہے کہ تیس پارے میں آٹھ سالہ بچہ حفظ کر لیتا ہے۔ تو کوئی لفظ بھولتا نہیں، کوئی جملہ بدلتا نہیں، اور اگر کہیں اُس سے سہواً ہو جائے، کہیں کوئی آیت یا زیر زبر غلط ہو جائے۔ تو بیسیوں اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہ ایسے نہیں اس طرح سے ہے اس کی حفاظت کا رب العلمین نے ایسا اہتمام فرمایا کہ نہ صرف اسے اوراق میں محفوظ کیا۔ نہ صرف اسے کتابت میں محفوظ کیا۔ بلکہ اپنے بندوں کے دلوں میں اور سینوں میں اِس کی جگہ بنائی اور یہ اس کا اعجاز ہے کہ ایک بچہ یاد کرتا ہے وہ ساری عمر یاد رکھتا ہے۔ زندگی کی باتیں بھول جاتی ہیں۔ گھر کے کام کاج بھول جاتے ہیں۔ گھر سے سودا سلف خریدنے جاتا ہے اور واپس پھر اور لے کے آ جاتے ہیں۔ پیغام دو تو آگے جا کر کسی کو اور سنا دیتے ہیں اصلی بات بھول جاتی ہے۔ لیکن جب قرآن پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو حقیقی قرآن صحیح صحیح پڑھتے ہیں۔ وہ نہیں بھولتا عمریں گزر گئیں۔ آپ بزرگ حفاظ کو دیکھیے۔ قُراء کو دیکھیے۔ یہاں تک بعض لوگوں کا اور بعض علماء کا حال میں نے دیکھا ہے کہ انہیں یہ یاد نہیں رہتا

دنیا کی واحد کتاب ہے جو جیسے نازل ہوئی' انہی الفاظ کے ساتھ انہی مفاہیم کے ساتھ' صفحہ ہستی پہ موجود ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔

کہ میں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں کھایا۔ حافظے کا یہ عالم ہو جاتا ہے لیکن جب قرآن کی کوئی آیت پڑھو تو وہ یاد ہوتی ہے۔ کہ یہ اِس طرح نہیں اس طرح ہے۔ تو یہ ایک نوید ہے ہر اُس بندے کے لئے جو خود کو دامانِ کتاب اللہ سے وابستہ کرتا ہے اُس کی بقاء کی دلیل ہے کہ اُسے اللہ ہمیشہ قائم رکھے گا۔ شرط صرف ایک ہے۔

یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝

یہ جو تعلق بناتا ہے اُس میں انابت چاہئے اُس کے دل کی گہرائی کا فیصلہ ہو۔ یہ فیصلہ سرسری نہ ہو، یہ فیصلہ زبانی نہ ہو، یہ فیصلہ وقتی نہ ہو، اِس کے ساتھ کسی دنیوی مفاد کا رشتہ نہ ہو، بلکہ یہ ایمان کا، یقین کا، دل کا، اور دل کی گہرائی کا فیصلہ ہو۔ انابت کہتے ہیں دل کی انتہائی گہرائی میں سے جو طلب پیدا ہوتی ہے۔ زندگی میں بے شمار خواہشات ہوتی ہیں لیکن کوئی ایک خواہش ایسی ہوتی ہے جو سب پہ غالب آ جاتی ہے یہ ہو جائے باقی کچھ ہو نہ ہو اُسے انابت کہتے ہیں اگر یہ آرزو کتاب اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے کہ میرا جینا مرنا، اللہ کی اس کتاب کے ساتھ رہے۔ جس پر اللہ کے حبیب ﷺ کی رضامندی ہے۔ جس پہ اللہ کی رضامندی ہے۔ جس پہ محبت پیامبر ﷺ کا مدار ہے۔ جس پہ محبت الٰہی کا مدار ہے۔ میرا جینا مرنا اس کے ساتھ ہو۔ اگر یہ خواہش سب سے کامل ہو جائے سب باقی خواہشوں پہ غالب آ جائے تو یہ انابت ہوتی ہے۔ اور فرمایا جہاں انابت ہوتی ہے وہاں اللہ کریم ہدایت نصیب فرما دیتے ہیں۔ اور انابت ایسا پودا ہے۔ جس پہ ہدایت کا پھل لگتا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ پودا ہی انابت کی جگہ کوئی اور ہو گا، لالچ ہو گا، کوئی دنیوی غرض ہو گی، کوئی ذاتی شہرت ہو گی، تو اُس پہ تو ہدایت کا پھل لگنے سے رہا۔ یہ انابت اتنی قیمتی دولت یہ کہاں سے آتی ہے؟ کہاں سے خریدے؟ دنیا کا سامان تو دولت سے خریدا جا سکتا ہے۔ آدمی بہت سی چیزیں باتوں سے حاصل کر لیتا ہے۔ آدمی بہت سی چیزیں اپنی حرکات و سکنات سے حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن یہ دل کی گہرائی والی بات جو ہے یہ کہاں سے آئے؟

اس کی ایک ہی دکان ہے باقی جتنی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کا نیں اس کی تھیں۔ وہ جو کسی نے کہا تھا۔

[illegible]

جتنے درد دل بانٹنے والے اللہ

کے بندے زمین پر آئے۔ وہ سارے اللہ کے نبی اور اللہ کے رسول تھے۔ وہ سارے اپنے دروازے بند کر گئے۔ تمام شریعتیں ختم ہو گئیں۔ تمام راستے کالعدم قرار پائے۔ ایک دروازہ اور وہ محمد رسول ﷺ کا دروازہ ہے۔ اس دروازے کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ تورات کا کوئی ورق بعض صحابہ کے ہاتھ لگا۔ اب اُسی پر بات ہو رہی تھی کہ تورات کے اس ورق میں یہ جو بات لکھی ہوئی ہے یہ احکام الہی کے مطابق ہے یا نہیں یہ صحیح ہے یا بدل گئی ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس پہ بات ہو رہی تھی۔ مسجد نبوی ﷺ میں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیٹھے تھے۔ فاروق اعظمؓ جیسے جلیل القدر صحابہ جلوہ افروزہ تھے کہ نبی اکرم ﷺ جلوہ افروز ہوئے آپ ﷺ نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔؟ یا رسول اللہ ﷺ یہ تورات کا ایک صفحہ مل گیا تھا اس پہ بات ہو رہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔

لو کان موسیٰ حیّاً ہ

تم تورات کی کیا بات کرتے ہو۔ جس نبی علیہ السلام کو طور پر بلا کر اللہ نے اُس سے کلام فرمایا

کلّمہٗ ربّہٗ تکلیماہ

جس کے ساتھ اللہ باتیں کیا کرتا تھا۔ جس کو تورات عطا فرمائی۔ اگر آج وہ بھی دنیاوی زندگی کے ساتھ یہاں موجود ہوتے۔

لما وسعہٗ الا اتباعی ہ او کما قال رسول اللہ ﷺ ہ

تو میری اتباع کے بغیر انہیں بھی چارہ نہ ہوتا۔ اس لئے تم تورات میں مت الجھو۔ قرآن پر بات کرو۔ کہ آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی دنیوی زندگی کے ساتھ یہاں موجود ہوں تو انہیں بھی قرآن سمجھنا، سمجھانا ہوگا۔ قرآن پر عمل کرنا ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنا ہوگا۔ لہذا بارگاہ ایزدی کو اب صرف ایک بارگاہ ہے جہاں

> [illegible]
> یہ حالت آجاتی ہے ہو
> جائے باقی کچھ ہو نہ ہو
> اسے انابت کہتے ہیں۔

سے یہ انابت خریدی جاسکتی ہے۔ جہاں سے درد دل ملتا ہے۔ جہاں سے اس درد کی دوا ملتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس کی دوا اس میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ درد دل ایک ایسی نعمت ہے کہ جسے نصیب ہوتا ہے۔ وہ جتنی دوا کھاتا ہے اتنا مرض بڑھتا چلا جاتا ہے۔

؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور یہ ملتا ہے بارگاہ اقدس محمد رسول اللہ ﷺ سے۔ اگر کسی کو یہ خیال آجائے کہ جس نے مجھے پیدا کیا۔ جس نے مجھے انسان بنایا پھر میری خاطر یہ کائنات سجا دی۔ اُس میں کتنے پھول اُگائے، کتنے پھل اُگائے، کتنی خوبصورت ہوائیں چلائیں، آسمانوں کو ستاروں سے سجا دیا۔

وَخلق لکُمٗا فی الارض جمیعاً ہ

میں نے روئے زمین پر جتنی مخلوق پیدا کی سب تمہاری خدمت کے لئے ہے۔ خلق لکُم. تمہاری خاطر پیدا کی ہے، کسی پہ سواری کرتے ہو، کسی کو کاٹ کر کھاتے ہو، کسی کی کھال کے جُوتے بناتے ہو، سب کچھ تمہارے لئے درست ہے، سارے جو تمہارے کام آجائے، اپنی زندگی کا مقصد پا گئے کیسی عجیب بات ہے۔ جو تم نے اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھا لیا کوئی زیادتی نہیں کی وہ بنا اس لئے تھا۔ جس پر تم نے اپنا بوجھ لادا۔ وہ بنا تمہاری خاطر، تمہاری خدمت کے لئے تھا۔ جس پر تم نے سواری کی وہ تمہاری خاطر بنا۔

وخَلَق لکُمٗا فی الارض جمیعاً ہ

جو کچھ روئے زمین پر میں نے پیدا کیا ہے اے نوع انسانی تمہاری خاطر پیدا کیا ہے۔ تمہاری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اتنے کرم ہیں جس کے مجھ پر جس نے مجھے شرف انسانی بخشا۔ پھر جس نے مجھے قوت دی۔ جس نے مجھے بصارت دی۔ جس نے مجھے سماعت بخشی۔ جس نے مجھے سوچ اور فکر عطا کی۔ کیا میں اُس سے محبت نہ کروں۔ کیا اُس کے کرم کی کوئی انتہا ہے اور جو میرے ساتھ اتنا کریم ہے میں جواب میں اُس سے پیار تو کر سکتا ہوں۔ محتاج تو میں ہوں وہ تو دینے والا ہے۔ اُسے میری کوئی غرض نہیں

www.naqshbandiaowaisiah.com

اُس نے مجھ سے کچھ نہیں لینا، وہ منعم حقیقی ہے۔ عطا کرنے والا ہے میں تو ہمیشہ لینے والا ہوں۔ جب ہمیشہ لے رہا ہوں اور ایک فلاسفہ کا عجب اصول ہے کہ کسی وقت آدمی یہ فرض کر کے بیٹھے کہ دنیا پہ میں اکیلا ہوں۔ ایک میں زندہ ہوں اور دنیا میں کچھ نہیں، تو اُسے نظر آئے گا کہ سورج بھی طلوع ہو رہا ہے، چاند بھی ضوفشانی کر رہا ہے، پھول بھی اُگ رہے ہیں، چمن بھی کھل رہے ہیں، کھیتیاں بھی اپنے پھل دے رہی ہیں، فصلیں بھی اُگ رہی ہیں، بارشیں بھی برس رہی ہیں، ہوائیں بھی تو اُسے سمجھ آئے گی کہ یہ سب کچھ تو میرے ایک بندے کے لئے سجایا جا رہا ہے۔ اس طرح ہر نوع انسانی پہ لازم ہے۔ ہر بندے کو یہ سوچنا چاہئے کہ یہ ساری کارگہہ حیات ایک میرے لئے ہے۔ اتنی عطا، اتنا کرم، اِس کے جواب میں میں کیا دے سکتا ہوں، صرف جذبہ تشکر کہ اللہ تیرا تو بڑا ہی احسان ہے۔ تو بہت کریم ہے تیرے کرم کی کوئی حد نہیں۔ یہی جذبہ تشکر محبت میں ڈھل جاتا ہے۔ اسی کو محبت کہتے ہیں۔ جب آپ کسی کے ممنون ہو جاتے ہیں جب آپ مان لیتے ہیں کہ اس ہستی کے بغیر میرا گزارا نہیں ہے۔ یہی ہے میری منزل اسی کو محبت کہتے ہیں اور آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا۔

اِنْ کُنتُم تُحبون اللّٰہ. اللہ نے قرآن میں نازل فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ ان سب تک بات پہنچا دو۔ انہیں اعلان کر دو۔ قُل فرما دیجئے سب کو بتا دیجئے کہ اگر تم میں یہ سعادت ہے اور یہ فکر اللہ نے تمہیں عطا کی ہے اور تمہارے مزاج میں یہ بات آئی ہے کہ میرے لئے تو کارگہہ حیات سجی ہے۔ یار میرے لئے اتنی کارگہہ حیات، تو پھر میں اُس کا شکر ادا کیوں نہ کروں۔؟ اگر تمہیں اپنے رب سے محبت کا احساس ہو جائے فرمایا فَاتَّبِعُونِي . تو میری غلامی میں آ جاؤ میرا اتباع کر لو میری باتیں مان لو۔ جس طرح میں کہتا ہوں اُس طرح جینا

> **آج اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی دنیوی زندگی کے ساتھ یہاں موجود ہوں تو انہیں بھی قرآن سمجھنا ہوگا قرآن پر عمل کرنا ہوگا میں محمد رسول ﷺ کا اتباع کرنا ہوگا۔**

شروع کرو جیسے میں کہتا ہوں اُس انداز سے مرو۔ موت و حیات میں میرا اتباع اختیار کر لو۔ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ ۔ ارے تم کیا محبت کرتے ہو؟ پھر تم سے اللہ محبت کرے گا۔ محبت کا مزا تو جب آئے گا جب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ پھر تمہیں احساس ہوگا کہ محبت کتنی بڑی دولت ہے۔ فرمایا۔

اِنْ کُنتُم تُحِبُونَ اللّٰہَ فاتبعُوني يُحبِبكُمُ اللّٰہ.

پھر تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور تم تو انسان ہو۔ ساری محبتوں کے باوجود پھر کوتاہیاں کرتے ہو، ساری محبتوں کے باوجود پھر غلطیاں کر جاؤ گے، فرمایا۔ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُم ۔ میری غلامی مت چھوڑو۔ وہ تمہارے گناہ بھی معاف کرتا رہے گا۔ تمہاری غلطیوں سے بھی درگزر کرتا رہے گا، تمہاری خطائیں بھی معاف فرماتا رہے گا، لیکن دامانِ محمد ﷺ ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

میرے بھائی! دنیا میں جو آتا ہے وہ سیکھ کے نہیں آتا، یہاں آ کے سیکھتا ہے۔ جہاں انگریزی بولی جاتی ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے انگریزی بولنا شروع کر دیتا ہے۔ جہاں پشتو بولی جاتی ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے پشتو بولنا شروع کر دیتا ہے۔ جہاں اردو بولی جاتی ہے بچہ جب بات کرنا شروع کرتا ہے اردو میں بات کرنا کون سکھاتا ہے۔ وہ سیکھ کے نہیں آتا جُوں جُوں اُس میں ہوش اور جُوں جُوں حواس بڑھتے ہیں تو اپنے گردوپیش سے سیکھتا ہے لیکن پھر ایک وقت آ جاتا ہے جب وہ اپنے فیصلے خود کرتا ہے۔ کتنے پشتو جاننے والے پھر انگریزی سیکھتے ہیں۔ اردو سیکھتے ہیں، مختلف زبانیں سیکھتے ہیں، بولتے ہیں، کتنے انگریزی جاننے والے دنیا کی مختلف زبانیں سیکھتے ہیں اور بولتے ہیں۔ باپ کاشتکار ہے بیٹا پیدا ہوتا ہے تو اُس کے کھلونے بھی وہ مٹی کے بیل بناتا ہے، لکڑی کی ہل بناتا ہے، چھوٹے چھوٹے کھیت بناتا ہے، اُس کی بڑی سوچ محدود ہوتی ہے، لیکن ایک وقت آتا ہے جب وہ فیصلہ کرتا ہے۔ مجھے کاشتکاری نہیں کرنی میں ملازمت کروں گا۔ میں تجارت کروں گا۔ میرے لئے زندگی کا ایک اور راستہ اس سے بہتر ہے اس طرح جب ہم دنیا میں آتے ہیں تو ماحول اور

www.naqshbandiaowaisiah.com

معاشرے سے، والدین سے، گردونواح سے، احباب سے دنیا میں رہنا سیکھتے ہیں۔ لیکن ایک وقت فیصلے کا آ جاتا ہے جب ہم اُن سب چیزوں سے آزاد ہو کر اپنی مرضی پہ جینا شروع کرتے ہیں۔ اپنی پسند سے زبانیں سیکھتے ہیں، اپنی پسند سے کاروبار یا ملازمت اختیار کرتے ہیں، اپنی پسند سے باتوں کو بدل دیتے ہیں۔ کتنے لوگ ہوں گے جن کے باپ بڑھئی یا لوہار تھے لیکن انہوں نے تو لوہا نہیں کوٹا۔ کتنے لوگ ہیں جن کے باپ کاشتکار تھے لیکن وہ تو اب ہل کی ہتھی کے قریب نہیں جاتے۔ کتنے لوگ تھے جن کے باپ تاجر تھے وہ ملازمت کرتے ہیں۔

فرمایا۔ جب یہ فیصلے کا وقت آئے تو جینے کا انداز وہ چُن لو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے۔ تمہیں کوئی تو چننا ہے تم دنیا میں نیا انداز پیدا نہیں کر سکو گے۔ اپنے سے پہلے میں سے کسی کا انتخاب کرو گے چونکہ دنیا کے جتنے کام ہیں انسانی استعداد جتنی بھی ہے وہ کام نہیں بدلے۔ اُن کے ذرائع بدلے ہیں۔ جدید ترقی ہوئی ہے اُس میں ذرائع بدلے ہیں کام وہی ہیں۔ اگر تجارت کے لئے سفر اونٹوں پہ گھوڑوں پر کیا جاتا تھا اب وہ ہوائی جہاز آ گئے تو سفر کا مقصد تجارت ہی رہا۔ ذریعہ سفر بدل گیا، اگر لوگ عام ذرائع پر سردی سے بچنے کے لئے کمرے گرم کرتے تھے آج بجلی کے ہیٹر آ گئے۔ گیس کے ہیٹر آ گئے۔ تو ذریعہ بدلا کام وہی رہا۔ جو پہلے بھی لوگ کرتے تھے۔ اگر پہلے روکھی سوکھی کھاتے تھے اب وہ بسکٹ کھاتے ہیں، ڈبل روٹیاں کھاتے ہیں، تو غرض وہی رہی پیٹ بھرنا ہی مقصد رہا۔ ذرائع بدل گئے۔ زندگی محدود ہے اور اُس کے اُمور محدود ہیں اور انہی چند امور سے ساری زندگی عبارت ہے۔ کھانا پینا، گھر بنانا، معاشرے سے معاملات اور تعلقات اسی سے ساری زندگی عبارت ہے اور یہ جب سے دنیا قائم ہے ہوتا آ رہا ہے، ترقی اگر ہوئی تو اسباب اور ذرائع میں ہوئی۔ لہٰذا ہمیں کسی نہ کسی کا طریقہ اختیار کرنا

اگر تمھیں اپنے رب سے محبت کا احساس ہو جائے تو میری غلامی میں آجاؤ میرا اتباع کر لو میری باتیں مان لو۔ موت وحیات میں میرا اتباع اختیار کر لو۔

پڑتا ہے، اُس کی طرح میں تجارت کر لوں، اُس کی طرح میں ملازمت کر لوں، اُس کی طرح میں اپنی کاشتکاری کو بڑھا لوں۔ فرمایا جب یہاں پہنچو اور تمہیں ضرورت پیش آئے کہ میں کونسا طریقہ اختیار کروں تو یہ فیصلہ کر لو کہ میں اُس طرح کروں گا جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ فیصلہ تمہیں اللہ کا محبوب بنا دے گا اور اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور محبت کا مزا جب آئے گا جب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے۔

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْ نَہٗ O

اللہ سے محبت وہی کر سکتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ پہلے تمہارا جذبہ تشکر ہوگا۔ محض جسے تم محبت کا نام دو گے لیکن جب اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ پھر تمہیں محبت کرنے کا ڈھنگ آ جائے گا۔ پھر تم اُس سے محبت کرو گے۔ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ O پھر تمہاری زندگی ایک مجاہد کی زندگی بن جائے گی۔ اللہ کی محبت کا اثر یہ ہوگا کہ تم زندگی کے ہر محاذ پر اللہ کے سپاہی بن جاؤ گے۔ معاملات ہوں گھریلو باتیں ہوں، معاشرے کی باتیں ہوں، حکمرانی کی باتیں ہوں، سیاسیات ہوں، کاروبار ہو، تجارت ہو، لین دین ہو، ہر معاملے میں تم اللہ کے سپاہی بن کر حدودِ شرعی کے محافظ بنے ہوئے کھڑے نظر آ ؤ گے۔ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ اور اگر معاملہ مرنے مارنے تک جا پہنچا۔ تو فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ O اللہ کی راہ میں لڑتے بھی ہیں جانیں دیتے بھی ہیں جانیں لیتے بھی ہیں۔ لیکن محبت الٰہی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے چودہ سو سال پہلے ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ آج کے سب سے بڑے ہتھیار کے بارے میں قتل و غارت کی بات ہوگئی۔ لین دین کی بات بھی ہوگئی۔ لیکن آج جب دنیا نے ایک گلوبل ویلیج کا نام دیا گیا ہے اس میں سب سے موثر ہتھیار پراپیگنڈہ ہے آج کی دنیا کا سب سے بڑا ہتھیار پراپیگنڈہ اُس وقت فرمایا جا رہا ہے کہ جنہیں اللہ محبوب رکھے گا اور جواب میں وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ کسی پراپیگنڈہ کرنے والے کے پراپیگنڈے سے،

www.naqshbandiaowaisiah.com

متاثر نہیں ہوں گے یعنی پراپیگنڈے کا ہتھیار اب آیا۔ سیکنڈ ورلڈ وار میں، دوسری عالمی جنگ میں اسے باقاعدہ ایک ہتھیار کے طور پر روشناس کرایا گیا۔ اور غالباً اسے فیفتھ کالم یا اس کا کوئی نام دیا گیا۔ کہ ایک ایسا سیل بنایا جائے جو دشمن کو غلط خبریں دے اور جسے کوئی نام دیا گیا۔ کہ ایک ایسا سیل بنایا جائے جو دشمن کو غلط خبریں دے اور جسے سب سے زیادہ کامیابی سے استعمال ہٹلر نے کیا۔ ہٹلر کی پالیسی یہ تھی کہ کسی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اب اُس شہر کے بارے اُن کا ریڈیو خبر نشر کرنے لگ جاتا تھا کہ شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ شہر پر جرمنوں کا قبضہ ہو گیا اور یہ جھوٹ ہوتا تھا۔ لیکن دنیا پہ یہ بات پھیل جاتی تھی اور ہر ایک، ایک دوسرے کو بتاتا پھرتا تھا کہ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ہوتا یہ تھا کہ اس سے متاثر ہو کر ایک دو دنوں میں اہل شہر ہتھیار بھی ڈال دیتے تھے۔ جرمنی کا قبضہ ہو جاتا تھا اور دنیا کو تب خبر ہوتی تھی قبضہ تو آج ہوا۔ خبر تو پرسوں آئی تھی۔ یہ طریقہ کار ہٹلر نے استعمال کیا اسے فیفتھ کالم کہا گیا۔ کہ پانچواں حصہ فوج کا یعنی اسے باقاعدہ ایک فوجی قوت قرار دی گئی اور یہ دوسری عالمی جنگ میں استعمال ہوا۔ اُس کے بعد آج تک اُس کے طریقے بدلتے جا رہے ہیں۔ مزید موثر ہوتے جا رہے ہیں، مزید پھیلتے جا رہے ہیں۔

آپ بی بی سی کی خبروں پہ لوگ بڑا یقین رکھتے ہیں۔ ہر پاکستانی کہتا ہے یہ سچ کہتے ہیں۔ میں بھی کہتا ہوں وہ سچ کہتے ہیں لیکن اس سچ میں بھی [illegible] آپ [illegible] ہے۔ بی بی سی کی خبروں کا کہتے ہیں فلاں شہر میں موٹر سائیکل سوار نے فائرنگ کی دو بندے قتل ہو گئے یہ تو صحیح خبر ہے بھائی اُس نے فائرنگ کی دو بندے قتل ہوئے۔ اب اُس کے ساتھ آگے وہ کہیں گے شدید ردعمل کا خطرہ ہے یہ اُس میں انہوں نے اپنا پراپیگنڈہ گھسیڑ دیا۔ کہ جس پارٹی کے مارے گئے ہیں وہ بھی کچھ کریں۔ انہیں مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ کوئی بھی خبر اُن کی سن لیجئے گا۔ لوگ اس لئے سنتے ہیں کہ خبر سچی دیتے ہیں اور وہ بات وہی کرتے ہیں جو اُن تک صحیح پہنچتی ہے لیکن اس کے ساتھ اپنا اسلحہ استعمال کر جاتے ہیں۔ اب لوگ خبر کی صداقت پر تو رہتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ اگلا جملہ اُس نے کیا کہا؟ اس کی کیا ضرورت تھی؟ وہاں وہ فساد کرانا چاہتے ہیں۔ جہاں نہیں کرانا چاہتے وہاں کہتے ہیں حکومت ایکشن لے رہی ہے اور امن وامان قائم ہے۔ جب اپنے ملکوں کی باری آتی ہے تو وہاں ایک سکول میں سولہ سولہ بچے ایک بچہ قتل کر دے تو کہتے ہیں حکومت نے لڑکے کو گرفتار کر لیا۔ حالات قابو میں ہیں۔ جب ہماری باری آتی ہے تو کہتے ہیں۔ یہ شدید دشمنی کا خطرہ ہے۔ قرآن نے اس وقت خبر دی کہ جو اللہ کے دیوانے ہوں گے اُنہیں پراپیگنڈے کا ہتھیار بھی اثر نہیں کرے گا۔

لا یخافون لومۃ لائم۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔ پراپیگنڈہ کرتے رہے کہ انہوں نے شہر چھوڑ دیا۔ ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ ہتھیار نہیں ڈالتے وہ کہتے ہیں ہم زندہ ہیں۔ مقابلہ کر رہے ہیں۔ یعنی یہ جو جدید ہتھیار ہے جس میں کوئی گولی نہیں چلتی، جس میں کوئی توپ نہیں داغی جاتی، جس میں ہتھیار استعمال نہیں ہوتے۔ یہ سب سے موثر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اللہ بندے پر ماں سے ستر گنا زیادہ شفقت رکھتا ہے۔ میرا معاملہ رحیم وکریم کے ساتھ ہے رونا چھوڑ دے۔

اور ایک بات یاد رکھ لو اللہ کے اپنے بندے بہت زیادہ پیارے ہیں خواجہ حسن بصریؒ حجاج بن یوسف کے بہت سخت خلاف تھے اور اس بات سے خلاف تھے کہ اس نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے حرم پر چڑھائی کی اور صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا۔ پھر بڑا سخت گیر حاکم تھا کہ ایک دفعہ جب وہ عراق کا گورنر تھا اور پورے صوبے میں تحریک چلی کہ حجاج بن یوسف کے خلاف بغاوت کی جائے۔ تو خواجہ حسن بصریؒ نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ پھیل جاؤ اور لوگوں کو منع کرو کہ اس کے خلاف تلوار مت اٹھاؤ۔ حضرت آپ اس کے خلاف ہیں۔ فرمایا، میں خلاف ہوں۔ لیکن یہ بندہ نہیں یہ عذاب الٰہی ہے۔ عذاب الٰہی تلواروں سے نہیں ہٹتا۔ توبہ سے ہٹتا ہے اپنی اصلاح کرو۔ کہ تمہیں اس سے [illegible]

www.naqshbandiaowaisiah.com

تلوار چلاؤ گے تو تباہی تمہاری ہوگی۔ یعنی اس حد تک اُس کے مخالف تھے۔ جب حجاج بن یوسف کی موت ہوئی تو ایک آدمی جو آپ کے پاس آیا۔ وہ اس وقت حجاج بن یوسف کے پاس موجود تھا۔ تو حضرت نے پوچھا بھئی سنا تم وہاں موجود تھے، جب حجاج بن یوسف کی وفات ہوئی۔ اُس نے کہا! حضرت میں وہاں موجود تھا۔ تو کیسے اُس کی وفات ہوئی؟ اُسے اُس زمانے میں معدے کا کینسر ہو گیا تو اُس نے کہا کہ حضرت وہ بڑا تکلیف میں تھا اور بڑا تڑپ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں پانی نکل آیا اُس کی والدہ بیٹھی زاروقطار رو رہی تھی۔ تو اس نے کہا ماں اگر میرا موت کا وقت آ گیا ہے تو میرے حکم سے میرے سامنے لاکھوں لوگ موت کے بازار میں اتارے گئے، موت کے گھاٹ اتارے گئے، جنگوں میں بے شمار لوگ مرے، اب میری باری آ گئی ہے تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔؟ روتی کیوں ہے؟ تو اُس نے کہا بیٹا! میں اس لئے نہیں رو رہی کہ تیری موت آ گئی ہے میں رو اس لئے رہی ہوں کہ مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا ہوگا۔؟ میں اس لئے نہیں رو رہی کہ تو مر رہا ہے۔ میں اس بات پہ رو رہی ہوں۔ کہ مرنے کے بعد تیرے ساتھ کیا ہوگا؟ تو اُس نے کہا اماں! اگر اللہ میرا حساب تجھے دے دے کہ حجاج سے تو محاسبہ کر، تو میرے ساتھ کیا کرے گی؟ اُس نے کہا کچھ بھی ہو میرا تو لخت جگر ہے۔ میں تو معاف کروں گی۔ اُس نے کہا پھر رونا چھوڑ دے۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ اللہ بندے پر ماں سے ستر گنا زیادہ شفقت رکھتا ہے۔ میرا معاملہ رحیم وکریم کے ساتھ ہے رونا چھوڑ دے۔ پھر مت رو۔ تو حضرت حسن بصریؒ فرمانے لگے کہ یہ واقعی بدمعاش تھا۔ وہاں بھی بدمعاشی کر گیا۔ فرمانے لگے یہ تو وہاں بھی جان بچا گیا۔ اسے کیا اسے تو اللہ وہاں بھی بخش دے گا یہ تو بڑا بدمعاش تھا۔

کرم الٰہی ہر فرد کے ساتھ اتنا ہے کہ میں

میں رب العالمین ہر اُس بندے سے خوش ہوں جو میرے کچھ بندوں کو عذاب سے بچا کر میری رحمت کے سائے میں لے آئے کسی کو تو بچا لو۔

اور آپ سمجھ نہیں سکتے۔ پھر بندے کیوں محروم ہیں۔ یہ محروم وہ ہیں جو خود اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ نہیں چھوڑتا لیکن یہ اُس کی شان کے خلاف ہے کہ بھاگنے والوں کے پیچھے بھاگنا' اُسے زیب نہیں دیتا' یہ اُس کی عظمت کے خلاف ہے جو چھوڑ کے جاتے پھر بھی اُس کا کرم ہے کہ اُن کے لئے نبی مبعوث فرماتا ہے، اُن کے لئے اپنا کلام نازل فرما دیا، پھر اپنے ہر ہر بندے کو حکم دیتا ہے کہ یار انہیں واپس لاؤ، دیکھ کمال عجیب بات نہیں ہے کہ عاجز مخلوق، محتاج وہ نخرہ کر کے جا رہی ہے۔ کہ ہمیں نہیں ضرورت اللہ کی اور وہ جو محتاج نہیں ہے' غنی ہے، فرماتا ہے۔ جاؤ۔ یار اُسے منا لاؤ۔ میرے پاس لے آؤ یعنی اُس کے کرم کی کوئی حد ہے کہ پھر کہتا ہے میں اُس بندے سے خوش ہوں۔ جو میرے چند بندوں کو عذاب سے بچا کر میری رحمت کے سائے میں لے آئے کسی کو تو بچا لو۔ تو پھر سب سے بڑا کام خلق خدا کو اللہ کی دوری سے بچا کر اللہ کی یاد میں لانا ہے۔ باقی سارے امور جو ہیں۔ وہ اس کے ساتھ ہیں۔ بعض چیزیں فرض ہو جاتی ہیں۔ جیسے وضو فی ذاتہ فرض نہیں ہے لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے۔ نماز فرض ہوتی ہے تو نماز کے لئے وضو کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ فی نفسہ وضو فرض نہیں ہے اس طرح مقصد بعثت اللہ کی مخلوق کو اللہ کی محبت سے آشنا کرنا ہے، اللہ کے بچھڑے ہوئے بندوں کو بلا کر اللہ کی بارگاہ میں لانا ہے، اب اس کے لئے کبھی تلوار اٹھانا پڑتی ہے، کبھی مال لٹانا پڑتا ہے، کبھی جان گنوانا پڑتی ہے، یہ ساری چیزیں بالواسطہ فرض ہوتی چلی جاتی ہیں، اگر یہ مقصد درمیان سے ہٹ جائے نہ جہاد جہاد رہتا ہے، نہ تبلیغ تبلیغ رہتی ہے۔ نہ بات بات رہتی ہے، نہ عبادت عبادت رہتی ہے، مقصود ہی ہے اور وہ کتنا کریم ہے کہ عاجز بندے کو جو گناہ میں ملوث ہے۔ کفر میں ڈوبا ہوا ہے۔ شرک میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے اسے بچا لاؤ۔ اس کے ساتھ محنت کرو۔ اس سے بات کرو۔ اسے سمجھاؤ، یہ تو کرم کی حد ہو گئی۔ انتہا ہو گئی ہے، اُس کی کوئی سمجھ نہیں آتی، کہ وہ کتنی رحمت رکھتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ بچھڑتے ہیں، محروم ہوتے ہیں، کوتاہی اُن کی ہوتی ہے کہ وہ اُس کے اُمان

www.naqshbandiaowaisiah.com

رحمت کو کسی لالچ میں چھوڑ دیتے ہیں۔ بندے ہیں چھوٹے لالچ میں آ گئے، اقتدار کے لالچ میں آ گئے، دولت کے لالچ میں آ گئے، وقار کے لالچ میں آ گئے، بھئی کل تو تو مشتِ غبار تھا اور کل پھر تو مشتِ غبار ہوگا۔ تیرا اقتدار کیا ہے؟ تو ایک قطرہ پیشاب سے پیدا ہوا ہے اور قبر کے کیڑوں کی خوراک ہے۔ تو کتنا بڑا آدمی ہے کتنا بڑا تو ہے۔ معزز ہے۔ کتنی بڑی تیری حیثیت ہے اور کونسے برتے پہ سینے پہ ہاتھ مارتا پھرتا ہے۔ تیری حیثیت کیا ہے؟ تجھے تو ساری عظمتیں تعلق باللہ کی وجہ سے مل گئیں۔ تیری ذاتی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تیری حیثیت صرف یہ ہے کہ وہ تجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ تجھ پہ کرم کرتا ہے، وہ تجھ پہ مہربان ہے، اس سے تیری ذات بن گئی، تیری حیثیت بن گئی۔ اب تیری موت بھی حیات ہے کہ تو شہید ہو گیا اور حیاتِ دوام پا گیا موت بھی تجھ سے شکست کھا گئی۔ کس لئے کہ تو اُس کی بارگاہ میں کھڑا ہے اگر وہاں نہیں ہے تو تیری زندگی بھی موت سے بدتر ہے۔ اگر اللہ کی بارگاہ میں نہیں ہے تو تیری حیات بھی حیات نہیں ہے۔ ایک عربی شاعر نے کہا تھا کہ یہ جو محروم ہیں ان کی روحیں مر چکی ہیں اور ان کے وجود چلتی پھرتی روحوں کی قبریں ہیں۔

واجسامُھُم قبل القبور قبور۔

قبر میں جانے سے پہلے روح کی لاش کو اٹھائے یہ چلتی پھرتی قبریں ہیں۔ یہ جو تمہیں نظر آتی ہیں جو اتباع محمد رسول اللہ ﷺ سے محروم ہیں۔

تو احبابِ گرامی! زندگی کا مقصد رضائے الٰہی، قربِ الٰہی، عشقِ الٰہی جو بارگاہ رسالت ﷺ ملتا ہے اور وہ ایسا کریم ہے اللہ کریم ہے اللہ کا حبیب ﷺ بھی کریم ہے۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

اللہ تو بھی کریم ہے۔ تیرا حبیب ﷺ بھی کریم ہے۔ ہم اس بات کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ

آپ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ایک بندے کی چوکھٹ تک پہنچایا جس نے ہمیشہ ساری عمر دردِ دل بانٹا۔

ہمارا واسطہ ہی دو کریموں کے درمیان ہے۔ ہر طرف کرم ہی کرم ہے اور پھر لوگ تو خوش ہوتے ہیں کہ مانگنے والوں کو بھگاؤ۔ وہ خوش ہوتا ہے کہ مانگنے والے پکڑ کر لاؤ۔ مجھ سے مانگو، ہر چیز مانگو، ہر وقت مانگو، بار بار مانگو، مانگتے چلے جاؤ۔ میں دیتے نہیں تھکتا لیکن اُس کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ اُس کا بندہ اُس کی بارگاہ چھوڑ کر مخلوق سے مانگتا پھرتا ہو اور کرنا بھی نہیں چاہیے۔ تو یہ سارا دردِ دل بارگاہ عالی حضرت محمد ﷺ سے نصیب ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی برکات تعلیمات نبوی کی صورت میں ہیں۔ قرآن بھی تعلیمات نبوی ﷺ میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے تعلیم فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے بتایا یہ قرآن ہے۔ کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے کہ میں بھی سن رہا تھا یہی وحی نازل ہوئی۔ کوئی نہیں اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ اصدق الصادقین ﷺ ساری کائنات کے لئے اکیلے گواہ ہیں کہ یہ اللہ کا قرآن ہے اور جو عمل آپ ﷺ کا ہے جو حکم آپ ﷺ کا ہے سارا قرآن کی تفسیر ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے صرف تعلیم نہیں فرمائی تزکیہ فرمایا۔

وَيُزَكِّيهِم۔ تزکیہ کیا تھا؟ کوئی غسل دے کر صابن مل کے صاف کرنا نہیں، اُس انسان کا، اُس کی سوچ، اُس کی فکر، اُس کے دل، اُس کی روح کا، تزکیہ اُس کی روح کو پاکیزگی اور بالیدگی عطا فرمائی۔ یعنی جب احکام الٰہی پہنچائے تو اُن پر عمل کرنے کا جذبہ بھی بارگاہِ محمد رسول اللہ ﷺ میں بانٹا۔ اسی لئے صحابہ صحابیت کی فضیلت سے شرف یاب ہوئے۔ تابعین صحابہ کی صحبت میں تابعیت تک پہنچے۔ تبع تابعین اُن کی صحبت میں پہنچے تو ان دونوں شعبوں کو اللہ کے بندوں نے وہ بے نیاز ہے۔ ایسا اُس کی بارگاہ کا عجب نظام ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ کا اولوالعزم رسول ہے وہ کہتے ہیں یہ درخت کو کیا ہو گیا؟ یہ سارا درخت جو بھڑک اٹھا اسے کیا ہو گیا؟ آواز آئی درخت نہیں ہے۔

اِنّی اَنا اللّٰہ۔ یہ تو میں ہوں۔ میری تجلی ہے۔ اب ایک درخت کو ذریعہ بنا دیا۔ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کلام کا، بھئی اُس درخت میں کیا خصوصیت تھی؟ درخت تھا کل سوکھ گیا۔ اُکھڑ گیا۔ آج تو وہاں نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

السلام کا نام تو فہرست رُسُل میں موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنا لازمی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ جو انکار کرے وہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ وہ درخت ہی نہیں مانا لیکن وہ بے نیاز ہے ایک جھاڑی کو شرف بخش دیا اور کہا **اِنّنی انا اللہ رب العلمین**۔ میں ہوں موسیٰ میں تم سے بات کر رہا ہوں۔ درخت کو بھول جایئے۔ یہ تو میں ہوں تو میرے بھائی اسی طرح وہ اپنے بندوں سے بندے چُن لیتا ہے۔ کسی کو مشعل راہ بنا لیتا ہے اُس سے بے شمار راہگیروں کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اُس بندے میں کوئی کمال ہو۔ جب وہ چُن لیتا ہے تو سارے کمال از خود آجاتے ہیں۔ جب وہ شرف بخشتا ہے، جب وہ نوازتا ہے سارے کمال خود آجاتے ہیں سارے علم مل جاتے ہیں۔ ساری معلومات آجاتی ہیں اور حضور ﷺ کی تعلیمات پہنچانے کا علمائے ظواہر نے حق ادا کر دیا۔ زندگی بھر یا سیکھتے رہے یا سکھاتے رہے۔ کیسے عجیب لوگ تھے۔ پیدا ہوئے تو مساجد میں گئے اور مر کر مساجد سے نکلے۔ ساری عمر احکام شریعت قرآن و سنت یا سیکھتے رہے یا سکھاتے رہے۔ لیکن انہی علماء میں ایک طبقہ اور بھی تھا جسے علمائے ربانیین کہا گیا۔ انہوں نے نہ صرف تعلیمات نہیں، وہ برکات بھی سمیٹیں اور وہ جذبے بھی سمیٹے جو دلوں کو بدل دیتے ہیں اور دلوں میں انابت اور محبت پیدا کرتے ہیں۔ انہی کو مشائخ، صوفی یا شیخ کہا گیا یاد رکھیں ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے۔ ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے اس لئے کہ اُسے ہر قدم اٹھانے کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ علم کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی صوفی عالم نہ ہو تو کسی عالم شیخ کے ساتھ وابستہ ضرور ہوتا ہے۔ جہاں سے اُس کی رہنمائی ہوتی رہے یہ کرو، نہ کرو۔ ورنہ نہیں رہ سکتا تو اصل جس چیز کی تلاش تھی۔ جس کی طرف علماء ظواہر بھی اپنی ساری کوشش صرف کر کے بتاتے ہیں وہ یہی

دنیا کا ھر مسلمان اِس امید پہ زندہ ھے کہ اِس پاک سر زمین پر اللہ کا پاک دین نافذ ھوگا۔ انشاء اللہ

انابت ہے۔ اب کوئی زمانہ بدل گیا۔ آج سے پہلے تمام علماء ظواہر کی حیات پڑھ جایئے۔ کوئی علم ظاہر پہ اکتفا نہیں کرتا تھا۔ بڑے بڑے مدارس سے فارغ التحصیل ہو کر صوفیا کی خانقاہوں پہ حاضری دیتے تھے اور وہاں سے اللہ اللہ سیکھتے، کسی بھی پُرانے عالم کی یہ برصغیر کے علماء کی سوانح پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ کوئی عالم آپ کو ایسا نظر نہیں آئے گا جو مدرسے سے فارغ ہو کر کہیں کسی مسند پہ چلا گیا ہو۔ فارغ ہونے کے بعد صوفیا کی خدمت میں حاضری دیتے اور وہاں سے یہ کیفیات باطنی لے کر علماء ربانیین میں قدم رکھتے۔ یہ تو آج کے زمانے کی مصیبت آ گئی ہے۔ کہ آج پڑھتے بھی نہیں جسے دو تقریریں یاد ہو جائیں۔ وہ مدرسہ بھی چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اور ایک نیا فتنہ کھڑا کر دیتا ہے اور ایک نیا تماشہ بنا دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ محبت الٰہی کے جنوں میں کمی آ گئی ہے اور یہ وہ دولت ہے جو لٹانے سے بڑھتی ہے آپ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ایک بندے کی چوکھٹ تک پہنچایا جس نے ساری عمر درد دل بانٹا۔ یہ اللہ کے بندے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ ان میں اللہ کی یاد اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ یہ کپڑا استعمال کر لیں تو وہ ذاکر ہو جاتا ہے۔ کسی راستے سے گزر جائیں تو مٹی اللہ اللہ کرتی ہے۔ جوتا استعمال کر لیں تو اس کے ذرات میں بھی یہ قوت آجاتی ہے کہ وہ بھی اللہ اللہ کرنے لگ جاتے ہیں چہ جائیکہ کہ کوئی انسان ان کے دامن سے خلوص سے وابستہ ہو اور پھر ممکن نہیں کہ اُس کے دل سے یاد الٰہی محو ہو جائے، پھر وہ اُس میں آجاتا ہے۔ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ o** یہ یاد تو ہم نے اُتاری۔ **وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o** اُسے حفاظت الٰہیہ نصیب ہو جاتی ہے اور یاد رکھو یہ لوگ قیامت تک رہیں گے۔ نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا **حَتّٰی لا یُقال اللہ اللہ** جب کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا یعنی یہ لوگ حیات ہیں۔ اس کائنات کی روح ہیں۔ جب تک یہ لوگ موجود ہیں۔ سورج طلوع

غروب ہوتا رہے گا۔ بادل برستے رہیں گے۔ نظام کائنات چلتا رہے گا۔ لایقال اللہ اللہ کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہیں رہے گا۔ صورہ اسرافیل علیہ السلام پھونک دیا جائے گا آسمانوں کے، زمینوں کے، سورج کے، چاند کے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ کچھ باقی نہیں رہے گا۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ اُس کی روح ہیں۔ یہ لوگ تب تک رہیں گے انشاء اللہ۔ اور یہ بڑی سعادت ہے کہ اللہ نے ہم جیسے ناکارہ لوگوں کو ان کے قدموں تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اب ہماری ذمہ داری ہے ہمارا فرض ہے کہ جو آشنائی، جو نعمت ہمیں عطا ہوئی اسے ان لوگوں تک پہنچائیں۔ جو بے چارے محروم ہیں۔ چونکہ بارگاہ رحمت ﷺ میں اُن کا انتظار ہو رہا ہے کہ میرے بندے ہیں واپس آ جائیں تو اچھا ہے اختیار تو اُنہیں دے دیا۔

اھدینٰہ سبیلا اِمّا شاکراً وّ اِمّا کفوراًo

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یوں کہتے ہیں ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر آتا ہے۔ پروانہ

ابتلا میں ڈال دیا، آزمائش میں تو ڈال دی، ایک طرف دنیا سجا دی اور یہ اتنی خوبصورت ہے کہ بندہ سوچ نہیں سکتا، اس میں اتنی مٹھاس اتنی لذتیں ہیں۔ لیکن جمال الٰہی کا مقابلہ تو نہیں کرتیں۔ تو رُخ روشن کے آگے شمع دنیا کی رکھ دی۔ اب پروانے کو دیکھتا ہے کہ اُدھر فدا ہوتا ہے یا اُدھر۔ پھر اُس پہ چھوڑ نہیں دیا۔ اپنے ہر بندے کو حکم دیا کہ یار ان کو میری طرف لاؤ۔ بھلا اُسے کیا ضرورت؟ وہ تو بے نیاز ہے لیکن یہ اس کا کرم ہے کہ پھر بندوں کو بلاتا ہے۔ آقا نامدار ﷺ جیسی ہستی مبعوث فرما کر رحمت مجسم یعنی اللہ کی ساری رحمت جو سارے جہانوں پر ہے۔ اُسے اگر جمع کریں، مجسم کریں، تو کیا ہوگا محمد رسول اللہ ﷺ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْن. اللہ رب العٰلمین ہے۔ عالمین کے لفظ میں اللہ کے علاوہ سارے جہان ہیں۔ وہ جہاں بھی ہیں۔ جتنے بھی ہیں اور نبی اکرم ﷺ

**اسلامی انقلاب
انہی لوگوں کے
نصیب میں ہوگا
جن کے دل میں درد
محبت اور عشق
رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔**

رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ تمام کائنات، تمام جہانوں کے لئے اللہ کی رحمت۔ رحمت مجسم کو مبعوث فرمایا اور ہم جیسے ناکارہ خلائق لوگوں کو آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ کر دیا۔ پھر ایسا شیخ کامل نصیب فرمایا۔ جس نے اس عہد میں لوگوں کو روحانی بیعت نصیب کر دی اور بارگاہ نبوی ﷺ کی حاضری نصیب کر دی۔ ہمارے ذمے ہے کہ ہم باد صبا کی طرح اس خوشبوئے چمن کو لے کر روئے زمین پہ پھیلا دیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

آپ کو گرے ہوئے لوگوں، مظلوم لوگوں، غریب لوگوں، اور ناداروں کی قوت بنا دے گا۔ اور

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

ہر مظلوم کی دادرسی کروا اور اُسے انصاف دلا دو اور

دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

ہر طرف آقائے نامدار ﷺ کے نام نامی کی گونج نظر آئے روشنی نظر آئے۔

بڑی قربانیوں کے بعد یہ ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اب صورتحال ایسی بن گئی ہے کہ نظریہ پاکستان تھا پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الٰہ الا اللہ. درمیان میں اب یہ زمانے کی بات ہے، لومتہ لائم اور پراپیگنڈے کی بات ہے کہ درمیان میں ایک شوشہ نظریہ ضرورت چھوڑ دیا گیا۔ میں نے سیمینار میں بھی کہا، مجالس میں بھی کہا، اخباری بیانوں میں بھی کہا، کہ لغوی اعتبار سے ضرورت کو نظریہ کہنا درست ہی نہیں۔ نظریہ ایک ٹھوس چیز ہوتی ہے اور ضرورت لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہے۔ ابھی پانی پینے کی ضرورت ہے ایک گلاس پینے کے بعد ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظریہ کیسے بن گیا؟ آج سردی ہے ہم نے کوٹ پہن رکھے ہیں۔ کل گرمی ہوگی کوٹ پہننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ضرورت نظریہ کیسے بن گئی۔ ہمارا نظریہ ہے۔ اللہ واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ اٹل ہے۔ ہمارا نظریہ ہے۔ اللہ کا حبیب ﷺ اللہ کا آخری اور سچا رسول ہے۔ ہمارا نظریہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ یہ تو نظریہ ہو گیا۔ یہی عقیدہ ہے۔ یہی ایمان ہے لیکن

www.naqshbandiaowaisiah.com

ضرورتیں تو نظریہ نہیں ہوا کرتیں۔ یہ عہد حاضر کا پراپیگنڈہ ہے۔ وہ جھوٹ ہے۔ جس طرح ہٹلر گوبلز جھوٹ ایجاد کرتا تھا۔ کہ فوج نے محاصرہ کیا۔ اُس نے دنیا میں پراپوگیٹ کر دیا کہ جی شہر فتح ہو گیا اور آخر گھبرا کر لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ محض پراپیگنڈے کے زور پر کتنے شہر اس طرح انہوں نے فتح کئے۔ یہ نظریہ ضرورت بھی پراپیگنڈہ ہے اور اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں۔

لایخافون لومتہ لائم جو پراپیگنڈے سے ڈرتے نہیں' اُس کا مقابلہ کر کے اُسے نیست و نابود کرتے ہیں۔

حضرات یہ ذکر کی دولت' یہ مراقبات' یہ انوارات' یہ لطائف' یہ سارے اس لئے ہیں کہ عشق الٰہی کی وہ قوت آ جائے' وہ طاقت آ جائے جو پست کو بالا کرنے کے کام آئے۔ جو مظلوموں کو نجات اور ظالموں کو روکنے کا سبب بن جائے۔ حالات وواقعات کے ساتھ چیزیں بدلتی ہیں اور اچھا اور کامیاب جرنیل وہ ہوتا ہے جو بدلتی صورتحال کے مطابق اپنی فوج کو لڑائے۔ ہر سپاہی نہیں لڑ سکتا۔ تو کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ جانیں سپاہی دیتے ہیں' لڑتے سپاہی ہیں' زخم سپاہی کھاتے ہیں' فتح جرنیل کو ہوتی ہے' عجیب بات نہیں ہے۔ بھاگ فوج جاتی ہے اور شکست جرنیل کے حصے میں آتی ہے۔ قید تو ساری فوج ہو گئی اور کہتے ہیں جرنل نیازی نے قید کرا دیا۔ جبکہ وہ تو ایک بندہ تھا نہ ہوتے۔ ہوتا یہ ہے کہ جو قیادت کرتا ہے اُس کے ذمے ہوتا ہے اللہ اُسے شعور ... ہوتے ... ہیں پینترے بدلے۔ اپنی فوج کو لڑانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور انہیں کامیابی تک لے جانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

اب جب حالات نے پینترا بدلا اور یہ جو ہم پر غیر شعوری طور پر اب کسی عام آدمی کو پتہ ہی نہیں کہ نظریہ ضرورت کیا ہے؟ اور یہ کہاں سے آیا اور کیسے آیا۔ جی نظریہ ضرورت کے تحت فوج آ گئی۔ نظریہ ضرورت کے تحت آئین معطل ہو گئے۔ نظریہ ضرورت کے تحت ایل ایف او بن گیا۔ اب یہ بن گیا وہ بن گیا۔ اب وقت آ گیا

> **اللہ کے بندوں تک اللہ کی بات پہنچائیے۔ جتنی طاقت کسی پر تنقید کرنے میں صرف ہوتی ہے اُسی طاقت سے بہت سے دوسرے لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔**

ہے کہ ہر پاکستانی شہری تک یہ بات پہنچائی جائے کہ آپ کی منزل نظریہ پاکستان ہے یا نظریہ ضرورت۔ دیکھیں عام آدمی کیا جواب دیتا ہے۔؟ وہ تو پاکستان چاہتا ہے۔ جس کی تخلیق میں یہ جملہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا خطہ زمین ہو جہاں وہ اپنے ایمان' عقیدے اور اپنی تہذیب کے مطابق زندہ رہ سکیں۔ سادہ سا جملہ ہے ہر مسلمان اس امید پہ زندہ ہے کہ اس پاک سرزمین پہ اللہ کا پاک دین نافذ ہوگا۔ یہاں اسلام نافذ ہوگا۔ یہاں انصاف ہوگا۔ یہاں غرباء اور مفلسوں کی حاجت پوری ہوگی۔ یہاں بیماروں کا علاج ہوگا۔ یہاں بچوں کی تعلیم ہوگی۔ یہاں ہر بندے کے لئے روزگار ہوگا۔ یہ ساری محنتیں ہوں گی۔ جو نفاذِ اسلام کا ثمر ہیں لیکن نصف صدی سے زائد عرصہ ہو گیا۔ ہم اس سے دور ہوتے ہوتے اب نظریہ پاکستان پس منظر میں چلا گیا۔ نظریہ ضرورت ہم پر حکومت کر رہا ہے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس بات کو ہر پاکستانی تک پہنچاؤ کہ خود انتخاب کرو تمہیں نظریہ ضرورت چاہیے یا آج بھی نظریہ پاکستان کے ساتھ ہو۔ اگر اس پہ محنت کر دگے تو انشاءاللہ یہی انقلاب کی بنیادی اینٹ بن جائے گی۔ جب عام آدمی یہ فیصلہ کر کے سامنے آ جائے گا کہ میں نظریہ ضرورت کو نہیں مانتا کوئی مجھ سے منوائے کہ ضرورت بھی نظریہ ہوتی ہے میں نہیں مانتا۔ کسی علمی دلیل سے' کسی لاجک سے' کسی لغوی اعتبار سے' کوئی مجھے قائل کرے۔ کوئی دلیل دے کہ ضرورت بھی نظریہ ہوتی ہے۔ ضرورت بھی کبھی ضرورت' تو لمحہ بہ لمحہ بدلتی ہے اور بدلنے والی چیزیں نظریہ تو نہیں کہلاتیں۔ ہاں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ نظریہ پاکستان کو نافذ کرنے کے لئے مختلف اُمور کی ضرورت اُس کی خادم ہے۔ اُس کی مقابل نہیں ہے' طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے جیسے میں آج عرض کر رہا ہوں کہ ہر بندے کو یہ بات سمجھائی جائے اور یہاں سے ایک موومنٹ بنائی جائے تو ایک ضرورت ہے لیکن یہ نظریہ تو نہیں ہے۔ کل کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

اورضرورت پیش آسکتی ہے اس سے اچھا طریقہ کوئی آسکتا ہے۔

گزارش یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے معمولات کی پابندی کیجئے۔ معمولات کا چھوڑ دینا ان کی ناقدری ہے اور ناقدری پہ گرفت ہو جائے پھر اللہ یہ نعمت ہمیشہ کے لئے چھین لیتے ہیں اور یہ بات یادرکھیں جوجتنی بلندی سے گرتا ہے اتنا بُری طرح تباہ ہوتا ہے۔ عام آدمی گمراہ ہو جائے پھر واپس بھی آ جاتا ہے۔ صوفی جب پھسلتا ہے تو اسے میں نے واپس آتے نہیں دیکھا۔ چونکہ یہ بہت بلندی سے گرتا ہے اور پھر واپسی کے لائق نہیں رہتا۔ تو یہ جوسستی ہے یا تغافل ہے روزمرہ اپنے اوقات میں یا اذکار میں یہ بہت بڑی بلا ہے۔ اِس سے بچو، معمولات پابندی سے کریں اگر ایک وقت نہیں ہو سکے۔ کچھ دیر بعد کرلیں۔ تہجد پہ نہیں ہو سکے تو فجر کے بعد کرلیں۔ اُس وقت نہیں ہو سکے تو ناشتے کے بعد کسی وقت جب موقع مل جائے۔ کرلیں، لیکن چھوڑیں نہیں۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ محنت کریں اس لئے کہ اُس کی رضا اسی میں ہے کہ اُس کے بندوں کو اُس کی بارگاہ سے آشنا کیا جائے۔ اپنے بارے میں سوچیں کہ مجھے ذکر کرتے ہوئے دس سال ہو گئے۔ میں نے دس سالوں میں کتنے بندوں کو اس درد سے آشنا کیا۔ مجھے چھ مہینے ہو گئے' مجھے ایک مہینہ ہو گیا لیکن کیا اس ایک مہینے میں میں کسی اور کو بھی پیغام دے سکا۔ جب آپ خود اپنا محاسبہ کریں گے تو پھر آپ کو احساس ہوگا کہ میں نے تو کام نہیں کیا۔ مجھے کرنا چاہئے۔ پھر آپ کریں گے اور جب آپ کریں گے تو تائید باری آپ کے ساتھ ہوگی۔ معیت الٰہی آپ کے ساتھ ہوگی' برکات نبوی ﷺ آپ کیساتھ ہوں گی' اور یہ فیضان عام ہوگا' اللہ کے بندوں تک یہ بات پہنچایئے۔ اسلامی انقلاب اُنہی لوگوں کے نصیب میں ہوگا جن کے دل میں درد محبت اور عشق رسول ﷺ ہوگا۔ یہ بدکاروں سے نہیں آئے گا۔ چور اسلامی انقلاب نہیں لائیں گے۔

تمام آفات اور دنیوی تمام مصیبتوں کا واحد حل ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں درود شریف پیش کرو۔ اِس سے بڑا کوئی وظیفہ نہیں۔

لٹیرے آپ کو نفاذ اسلام کا تحفہ نہیں دیں گے یہ امید مت رکھیے۔ کسی بدمعاشی سے نہیں آئے گا' لوگوں کو قتل کرنے سے نہیں آئے گا' لوگوں کی دکانیں جلانے سے نہیں آئے گا' بدامنی سے نہیں آئے گا یہ امن کا پیغام ہے۔ محبت کا پیغام ہے' اور یہ محبت ہی سے آئے گا۔ اللہ کے بندوں تک اللہ کی بات پہنچایئے۔ جتنی طاقت کسی پر تنقید کرنے میں صرف ہوتی ہے اُسی طاقت سے بہت سے دوسرے لوگوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ باتیں کرتیں لیکن آپ نے کبھی شیطان کی بُرائی' اُس کے حیلے بہانے بیان نہیں فرمائے۔ تو وہ فرمانے لگیں کہ شیطان کی بُرائی کرنا کوئی فرض تو نہیں ہے تو جتنی قوت بیان جتنے کلمات اور جتنا وقت میں شیطان کی بُرائی پہ لگاؤں گی اتنا وقت میں اللہ کی تعریف پہ کیوں نہ لگاؤں۔ میرا وقت بھی خرچ ہو' میری قوت بھی خرچ ہو اور میں باتیں بھی کروں اور وہ باتیں شیطان کی ہوں تو میں وہی رحمان کی کیوں نہ کروں۔

آپ کا مقصد ہے آپ کسی پر تنقید کی بجائے اپنا جائزہ لیجئے۔ کسی کو اچھالنے کی بجائے محنت کیجئے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ اور اپنے دامن میں کچھ نام تو روزِحشر لے جایئے کہ اے اللہ! تیرے ان بندوں کو بچانے کا سبب تو میں بنا تھا۔ وہ ایسا کریم ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے۔ جن کے بچے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے دو مر گئے کسی کے تین مر گئے' چار مر گئے۔ میدان حشر میں وہ بچے تو ہوں گے اور والدین حساب کے لئے کھڑے ہیں۔ وہ بچے پیش ہوں گے تو حکم ہوگا۔ بھائی یہ تو معصوم ہیں انہوں نے تو کوئی خطا نہیں کی انہیں جنت میں بھیج دو تو وہ چلانے لگیں گے کہ یا اللہ ہم تو ماں باپ کے بغیر نہیں جائیں گے دنیا میں بھی تو نے ہمیں ماں باپ سے الگ کر دیا۔ اب تو ہم والدین کے بغیر نہیں جائیں گے۔ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں اُن کے والدین کو اُسی وجہ سے بخش دیا جائے گا کہ ان بچوں کو راضی کرو ان کے والدین کو ان کے ساتھ بھیج دو۔ کرم کے بہانے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہیں۔ ہمارے دامن میں بھی اگر کچھ نام ہوں کہ اے اللہ تیرے ان بندوں کو ہم نے تیرے نام سے آشنا کیا تھا۔ تیرے ذکر کی لذت سے آشنا کیا تھا۔ اور ادھر سے بچانے کا سبب بنے تھے۔ اُن کی بخشش کے ساتھ یقینا وہ ہم پر بھی کرم فرمائے گا۔ ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے گا ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

ہر کام کو کرنے کے لئے کوئی ضابطہ' کوئی سلیقہ' کچھ حدود' کچھ طریقے' چاہیں لہذا بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق اور بدلتے ہوئے زمانے کے مطابق بنیادی بات یہ ہے کہ ہم نے یہ ایک بدلتا ہوا نعرہ میں نے لیا ہے۔ ہمارا سادہ سا نعرہ تھا۔ رب کی دھرتی رب کا نظام' جس کا جواب ہمیں کفر نے یہ دیا نہایت ہوشیاری سے کہ الیکشن میں علماء کو کامیاب کرایا اُس کے بعد انہیں کوئی اختیار نہیں دیا اور اب انہیں رُسوا کرنا چاہتا ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ بھئی مولویوں پر امید تھی۔ وہ بھی دیکھ لئے ہوا تو کچھ نہیں۔ یہ ساری بدمعاشی ہے' کفر کی چال ہے اور یہ ایک طریقہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو' دین دار لوگوں کو' اہل علم کو' علماء کو' لوگوں کی نظروں میں گرا دیا جائے اور جو لوگ یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ علماء کچھ کر گزریں گے وہ بھی کہنے لگیں کہ جی مولوی سے بھی کچھ نہیں ہو سکا۔ اِس بدلتی ہوئی صورتِ حال میں ہم نے بھی ایک نیا نعرہ دے دیا کہ مولوی کو بھی چھوڑ دو۔ اب اسلام کو بھی رہنے دو' آپ ساری بات رہنے دو۔ یہ بتاؤ یہ وطن کس کے لئے تم نے لیا تھا؟ نظریہ ضرورت کے لئے یا نظریہ پاکستان کے لئے...... اور یہ ایسی ضرب ہے کہ اِس سے کفر تلملا اُٹھا۔ اس پر ہم نے کراچی میں سیمینار کیا اور یہ جو میرے خلاف طوفان اٹھا ہے یہ اسی کا جواب ہے یعنی سب کی چیخیں نکل گئیں کہ اب اس کے خلاف کوئی پراپیگنڈہ کرو یہ نہیں جانتے کہ اللہ کے بندوں پر پراپیگنڈہ اثر نہیں کرتا اُن کا کچھ نہیں بگڑتا۔

لَا یَخافُونَ لومتہ لائم اللہ کی محبت ان کے پاس پراپیگنڈے کی ڈھال ہوتی ہے۔

دعا درخواست ہوتی ہے۔ یہ بات میرے ایمان کا حصہ ہے کہ یہاں اسلام نافذ ہوگا اور صرف یہاں نہیں ' بلکہ پورے برصغیر پر اسلامی حکومت بنے گی

اُن کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اب وقت کی ضرورت ہے کہ جس طرح ہم نے رب کی دھرتی رب کے نظام' کو عام کر دیا تھا۔ ہر زبان پہ آ گیا تھا۔ اُسی طرح ہر زبان پہ لے آؤ کہ نظریہ ضرورت یا نظریہ پاکستان کیا چاہیے؟ یہ سارا ظلم جو ہو رہا ہے یہ نظریہ ضرورت کے تحت ہو رہا ہے۔ نظریہ پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ۔ اِس پہ محنت کیجئے۔ اپنے اذکار پہ محنت کیجئے۔ تلاوت قرآن خواہ چند آیتیں پڑھیں۔ روزانہ کا معمول بنائیے۔ درود شریف کو زندگی کا اہم حصہ بنا لیجئے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے' جہاں خیال آ جائے۔ درود شریف پڑھنا شروع کر دیجئے اور پڑھتے رہا کیجئے۔ تمام آفات سے دین اور دنیوی تمام مصیبتوں کا واحد حل ہے۔ درود شریف آقائے نامدار ﷺ کی خدمت میں پیش کرو۔ اِس سے بڑا کوئی وظیفہ نہیں۔ درود شریف کو اپنا شعار بنا لیجئے اور بدلتے تقاضوں کے مطابق الاخوان کا آئین اور دستور العمل سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا جدید چھپ گیا ہے۔ حالات کے مطابق ضرورت کے مطابق اور یہاں دستیاب ہے۔ ضرور خریدیئے اور کوشش کیجئے۔ پُرانے کتابچے جن کے پاس ہیں مرکز کو واپس کر دیں۔ اپنے اپنے مراکز میں اپنے اپنے ضلعی امراء کے پاس پہنچا دیں۔ وہ مرکز میں پہنچا دیں گے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ یہ نئے ضرور لے کر جایئے اور ان کے مطابق اپنے جو روزمرہ کے معمولات ہیں اُن کو دیکھیے کہ کیا کرنے کا کہا جا رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا نہیں ہو رہا۔ جو نہیں ہو رہا اُسے کیا جائے۔ پراپیگنڈہ ایک خطرناک ہتھیار ہے۔ لیکن اِس کا جواب وہی حضرت رابعہ بصریؒ کا معمول ہے کہ شیطان سے الجھنے کی بجائے اسے نظر انداز کر دینا بہتر ہے۔ اپنی سوچ' اپنا وقت' اپنی گفتار' اپنے الفاظ' کسی منفی بحث میں لگانے کی بجائے مثبت کام پہ خرچ کیجئے۔ اللہ کی تعریف پہ خرچ کیجئے۔ دین کے کام پہ خرچ کیجئے۔

یاد رکھیے! میں تو روزانہ کیا ہر ذکر کے بعد ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ نفاذ

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسلام دیکھنا نصیب فرمائے۔ بڑی حسرت ہے لیکن یہ میرا یقین ہے اور میں یہ کہا کرتا ہوں کہ اللہ قبر پر جا کر کسی نے بتایا کہ اسلام نافذ ہو گیا۔ یا اللہ مزا نہیں آئے گا۔ یہاں نافذ ہوتا ہوا دکھا دے۔ اب اُس کی مرضی وہ کیا کرتا ہے۔ دعا تو ایک درخواست ہوتی ہے دعا حکم نہیں ہوتی۔ دعا درخواست ہوتی ہے یہ بات میرے ایمان کا حصہ ہے کہ یہاں اسلام نافذ ہو گا۔ اور صرف یہاں نہیں پورے برصغیر پر اسلامی حکومت بنے گی۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے جب اس انقلاب کی بات ارشاد فرمائی تو اُس میں الہند کا لفظ ارشاد فرمایا۔ پاکستان یا کشمیر کا نہیں' الہند برصغیر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب جب انقلاب آئے گا تو شاید بنیادی صورت یہی بنے۔ کہ اس پاکستان پہ اسلام نافذ ہو' اُسے دبانے کے لئے ہندوستان آئے' پھر ہندوستان فتح ہو گا سارے برصغیر پر اسلام نافذ ہو اور یہاں سے پوری دنیا میں پھیلے گا۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ اسے دیکھنے کا موقع نصیب فرمائے لیکن اگر ہمارا وقت اس سے پہلے آ جائے۔

کرنل محبوب خان یہی دعا کیا کرتے تھے۔ لیکن اُن کا وقت پورا گیا۔ دنیا سے چلے گئے۔ لیکن میدان حشر میں وہ اس کے مجاہدوں میں شامل ہوں گے۔ اس جہاد میں انہوں نے یہیں دم توڑا اور یہیں پر رہے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ کیسے مخلص اور کھرے لوگ تھے۔ اپنے مقصد کے ساتھ کتنے وابستہ تھے کہ دار العرفان ہی کی خاک بھی نصیب ہو گئی۔ کیسے عجیب لوگ تھے یہ کھرے پن کی بات ہے کہ اُن میں کتنا کھرا پن تھا۔ کسی کی سفارش سے کچھ نہیں ہوتا۔ بندے کے اپنے اندر کی بات ہے کہ اُس میں کتنا خلوص تھا' کتنا درد تھا' کہ اب کتنے لوگ اللہ اللہ کر رہے ہیں' وہ اُس میں شامل ہیں۔ اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ تو اپنے مقصد سے پوری لگن کے ساتھ لگ جایئے۔ اور جس طرح آپ نے رب کی دھرتی 'رب کے نظام' کو گلی گلی' کوچے کوچے پہنچا دیا تھا۔ ہر در و دیوار پر اس طرح گلی گلی' کوچہ کوچہ' کوئی لمبے چونے لگانے کی ضرورت نہیں ہے' بورڈ لکھانے کی ضرورت نہیں ہے' ایک چاک جیب میں ہو۔ ہر دیوار' ہر موڑ پہ لکھتے جاؤ نظریہ ضرورت یا نظریہ پاکستان ان نظریہ ضرورت والوں کو مصیبت میں ڈال دو۔ انشاء اللہ اسلامی انقلاب کی یہی بنیادی اینٹ بن جائے گی۔ یہ جس جمہوریت میں ہم پھنسے ہوئے ہیں اس سے اسلام نافذ نہیں ہو گا۔ اسلام انقلاب سے نافذ ہو گا۔ جو سیلاب کی طرح آئے گا اور تمام غلاظتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ اور زمین کی سلیٹ کو صاف کر کے لکھ دے گا کہ اللہ اکبر۔ اللہ کریم آپ کو سعادت نصیب فرمائے۔ آپ کا آنا جانا' مل بیٹھنا قبول فرمائے اور تمام احباب کو استقامت علی الدین نصیب فرمائے اسی دین پہ زندہ رکھے۔ آپ ﷺ کی غلامی میں موت نصیب فرمائے اور آپ ﷺ کے قدموں میں حشر نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

آداب شیخ

فرمایا۔ آداب شیخ تھری وے سسٹم ہوتا ہے یعنی تین طرح سے رابطہ رہتا ہے۔ ان تینوں میں سے کوئی ایک تار بھی کٹ جائے تو اس کا سرکٹ کٹ جاتا ہے، نامکمل ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے ہوتی ہے عقیدت، جو شیخ کے ساتھ یا صاحب مجاز کے ساتھ یا جو ذکر کرا رہا ہے اس کے ساتھ۔ عقیدت نہ ہو تو رابطہ فیض نہیں ہوتا۔ کوئی آدمی اگر ساتھ بھی بیٹھ جائے جی میں نہیں سمجھتا کہ یہ آدمی صحیح ہے لیکن چلو دو دن ذکر کر کے دیکھتے ہیں۔ تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اس لئے کہ اس کے قلب کا اس کے قلب سے رابطہ ہی نہیں ہو گا۔ دوسرا جو مضبوط رشتہ اطاعت کا ہے اور تیسرا رشتہ ہے ادب کا۔ ادب میں یہ دنیاوی رسومات ضروری نہیں اور ادب کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس کی تعلیمات کو پورے خلوص کے ساتھ اپنایا جائے۔

تو عقیدت، اطاعت اور ادب تھری وے سسٹم ہے۔ جتنی یہ تینوں باتیں مضبوط ہوں گی اتنا رابطہ مضبوط ہو گا۔ سب سے پہلا نمبر عقیدت کا ہے دوسرا اطاعت کا اور تیسرا ادب کا۔ ادب رہ گیا تو اطاعت کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ اطاعت چھوٹے گی تو رشتہ ختم ہو جائے گا۔ یہ سارا معاملہ ہی دراصل حقوق کی حفاظت کا ہے اور حقوق کی حفاظت میں حق کا ادا کرنا بنیادی بات ہے۔ اس لئے حقوق کے معاملے میں حتی الامکان اللہ کریم توفیق بخشے تو اپنی پوری کوشش، پورے خلوص کے ساتھ کرتے رہنا چاہئے کہ میں عقیدت، ادب اور اطاعت کے تقاضوں کو مکمل طور سے ادا کروں۔

اقتباس از کنز الطالبین

www.naqshbandiaowaisiah.com

اطمینانِ قلب

جو برکات نبوی ﷺ سے، جو نور سینہ اطہر ﷺ سے آتا ہے اُسے زمانہ کہاں چھپالے گا، کیسے کم کردے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کس کو یہ سعادت نصیب کرتا ہے، کس کو یہ طلب اور جستجو نصیب کرتا ہے، کس کو یہ آرزو نصیب کرتا ہے، جب یہ نعمت نصیب ہوتی ہے آدمی کا دل سنورتا ہے، تو پھر اُس کی سوچ سنورتی ہے، اُس کا کردار سنورتا ہے، تو دنیا کی تقدیریں سنور جاتی ہیں، ملکوں کے حالات بدل جاتے ہیں، حکومتوں میں ظلم کی جگہ عدل آجاتا ہے، اور بے حیائی اور بُرائی کی جگہ نیکی جڑ پکڑ لیتی ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم o

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

دلی اطمینان اور سکون قلب ایک ایسی چیز ہے جو انسانی زندگی جینے کے لئے بنیادی ضرورت ہے میں نے انسانی زندگی اسی لئے کہہ دیا ہے کہ بے شمار لوگ زندگی گزارتے ہیں لیکن وہ زندگی، انسانی زندگی نہیں ہوتی گھر بنانا، بچے پیدا کرنا، کنبہ اور خاندان بنانا، روزی جمع کرنا، اور مر جانا، یہ حیوانی زندگی ہے کسی بھی حیوان کو دیکھ لیجئے زندگی کا یہ سرکل وہ پورا کرتا ہے کوئی بھی جانور ہو، اپنا ٹھکانہ بناتا ہے، درندے ہوں، پرندے ہوں، اپنا گھونسلا بناتے ہیں، اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں اُس کے لئے محنت کرتے ہیں دانا دنکا لاتے ہیں درندے شکار کر کے لاتے ہیں بڑی محنت سے بچوں کو پالتے ہیں اور زندگی کے اس سرکل میں اپنا وقت پورا کر کے مر جاتے ہیں انسان محض حیوان نہیں ہے بلکہ اس کے اندر رب العلمین نے ایک طلب، ایک جستجو، رکھی، ایک خواہش، ایک آرزو، رکھی ہے اور اگر وہ خواہش و آرزو، وہ طلب و جستجو افکار زمانہ کے نیچے دب جائے اور ختم ہو جائے تو پھر وہ بظاہر انسان ہوتا ہے لیکن حقیقتاً ایک عام حیوان ہوتا ہے اور حیوانی زندگی گزار کے دنیا سے چلا جاتا ہے جس کی جواب طلبی یہی ہوگی کہ تمہیں بنایا تو انسان تھا۔ فکر انسانی دی تھی، آرزو انسانی دی تھی، لیکن تم زندگی حیوانی گزار کر اور دیئے ہوئے وقت کو ضائع کر کے آ گئے۔

سارے کا سارا کفر کیا ہے؟ انسانی زندگی سے انکار کا نام کفر ہے جنہوں نے اللہ کا پیغام ہی قبول نہیں کیا، اللہ کے نبی پر ایمان نہیں لائے، اللہ کے دین پر ایمان نہیں لائے، اُن کی وہ خواہش و آرزو جو انسانی فکر سے آشنا کرتی ہے وہ کبھی بیدار ہی نہیں ہوتی اُن کی ساری خواہشات محض حیوانی ہوتی ہیں آپ اگر مذاہب باطلہ کا مطالعہ فرمائیں تو ایک نہیں سارے مذاہب باطلہ کی بنیاد یہ ہے کہ یہ رسم ادا کرو تو دنیا کی یہ نعمت مل جائے گی۔ اس بت کی پوجا کرو تو دنیا کی یہ نعمت مل جائے گی۔ یعنی سارے مذاہب باطلہ حیوانی زندگی سے ریلیٹڈ (Related) ہیں۔ کسی مذہب باطلہ میں انسانی فکر کی عظمت ہو یا بلندیوں کا کوئی تصور نہیں۔

اب جس قادر مطلق نے انسان پیدا فرمایا ہے اور اُسے انسانی آرزو، طلب اور جستجو بخشی ہے۔ اگر وہ حیوانی زندگی جیے گا۔ تو مطمئن نہیں ہو سکے گا۔ پریشان رہے گا اور پریشانیوں میں موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ پھر ہم باوجود اِس کے کہ اللہ نے ہمیں مسلمانوں کے گھروں میں پیدا کیا۔ یہ اُس کا احسان ہے ورنہ ہم میں سے اکثریت انہی لوگوں کی ہے کہ جو جہاں پیدا ہوتے وہیں زندگی گزار کر مر جاتے ہیں۔ یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے پیدا ہی ایسے گھروں میں کیا کہ دنیا میں آتے ہی پہلی آواز جو کان میں پڑی وہ اللہ اکبر اور کلمہ شہادت کی تھی۔ اسی کے باوجود ہم نے جو اکبر ہے اُسے تلاش نہیں کیا۔ ہم نے یہ سمجھا کہ دولت بہت سی مل جائے تو اطمینان ہو جائے گا۔ ہم اُس میں لگ گئے جائز ناجائز ذرائع سے دولت جمع کی۔ لیکن جب دولت مند ہو گئے تو سمجھ آئی کہ یہ تو میری دوست نہیں، دشمن ہے۔ اس کی پریشانیاں تو الگ سی ہیں۔ اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

بلکہ اولاد تک دشمن ہو جاتی ہے۔ لوگ موت کی دعائیں کرتے ہیں کہ اب اِس بابے کو اللہ اٹھا بھی لے کہ یہ ہر چیز پہ بیٹھا ہے۔ پکڑ کر یا دھکے دے کر نکال دیتے ہیں۔ کہ بس بھی کرو یہ ہماری ہے۔ دوست دشمن ہو جاتے ہیں۔ اولاد دشمن ہو جاتی ہے۔ پھر سمجھ آتی ہے یار ساری زندگی جو ہم جمع کرتے رہے کہ اس سے اطمینان ہوگا تو اس نے تو پریشانیاں دیں۔ ہم سمجھتے ہیں اقتدار واختیار میں اطمینان ہوگا لیکن جب اقتدار نصیب ہوتا ہے، جب ہم حکومت میں آتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا تو ہماری دشمن ہے۔ ہر کوئی تو ہماری ٹانگ کھینچ رہا ہے۔ کوئی ہمارے قتل کرنے کے در پے ہے۔ ساری عمر پہرہ دار کھڑے کرتے ہی گزر جاتی ہے اور پھر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ پہرہ دار ہی قتل کر دیں گے۔ یعنی دنیا کے کسی شعبے کو آپ لے لیں اگر انسان یہ سمجھتا ہے کہ اِس طرف میں چلا جاؤں گا تو مطمئن ہو جاؤں گا تو یہ اُس کی سراسر غلطی ہے۔ چونکہ جب ساری عمر خرچ کر کے وہاں پہنچتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ یہاں کی پریشانیاں تو وہ ہیں جو میں نے سوچی بھی نہیں تھیں۔

اللہ کریم نے اس کا جو علاج بتایا ہے وہ بڑا سادہ ہے اور سیدھا ہے فرمایا۔ **الابذکر اللہ تطمئن القلوب**۔ یہ بات بڑی واضح ہے پوری توجہ سے، پورے یقین سے، سُن لو الا کا ترجمہ اردو میں خبر دار کر دیا جاتا ہے لیکن خبر دار سے مراد یہ ہے کہ بقائمی ہوش وحواس پورے یقین کے ساتھ، پوری تسلی کے ساتھ یہ بات سمجھ لو یہ ایسی حقیقت ہے جو ناقابل تردید ہے کہ دلوں کو اللہ کے ذکر سے اطمینان ملتا ہے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ ذکر اذکار کے نام پر بھی لوگ گوشہ نشین ہو جاتے ہیں زندگی سے ناطہ توڑ لیتے ہیں، عمل چھوڑ دیتے ہیں، اور دعاؤں پہ بیٹھ جاتے ہیں، رات دن تسبیح کرتے ہیں، لیکن کوئی کام نہیں کرتے کہ یہ دنیا اس قابل ہی نہیں کہ دنیا کا کام کیا جائے وہ بھی مطمئن نہیں ہو پاتے۔ اطمینان انہیں بھی نہیں ملتا۔ پریشانی اُن کا بھی مقدر بن

جس کی ایک نظر حضور ﷺ پر پڑ گئی' اُس ایک نگاہ میں وہ پاک ہو گیا۔ اُس کا تزکیہ ہو گیا۔

جاتی ہے۔ یہ جو ذکر اللہ ہے یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو راستے میں پڑی ہوئی مل جائے، کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے جسے ہم زبردستی کہیں سے چُرا لیں، کسی دکان سے خرید لیں، یا کسی سے اُدھار مانگ لیں، ذکر اللہ فرائض نبوت میں سے ہے۔ جس طرح ایمان نورِ ایمان نبی علیہ السلام سے نصیب ہوتا ہے۔ جس طرح کتاب اللہ نبی کریم ﷺ سے ہمیں نصیب ہوئی۔ جس طرح اُس کی شرح حدیث کریم اور حدیث پاک ہمیں نبی کریم ﷺ سے نصیب ہوئی اُسی طرح ذکر اللہ کی بنیاد بھی قلب محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ کتاب اللہ میں چار فرائض نبوت جو ارشاد ہوئے **یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمتہ**. میرا نبی ﷺ میری آیات تلاوت فرماتا ہے لوگوں کے سامنے انہیں دعوت دیتا ہے میری طرف جو قبول کرتا ہے۔ **ویزکیھم** اُسے پاک کرتا ہے، اُسی کا تزکیہ کرتا ہے، جب تزکیہ ہوتا ہے تو **یُعلمھم الکتاب** پھر انہیں میری کتاب کی تعلیم دیتا ہے **والحکمتہ** تفسیر کیا ہے؟ وہ حکمت وہ سراپا دانائی ہے۔ پھر وہ بتاتا ہے۔ یہ چار نبوت کے فرائض ہیں۔ دعوت الی اللہ تو ہمیں واضح سمجھ آتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس کس طرح دعوت دی اور اُس کے لئے کیا کیا قربانیاں دیں اور کیا کیا مصائب برداشت فرمائے۔ دعوت الی اللہ میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو زیر کرنے کے لئے دعوت نہیں دی۔ کسی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے دعوت نہیں دی، بلکہ دعوت میں وہ اندازِ کریمانہ تھا وہ رحمت وشفقت تھی کہ اللہ کا یہ بندہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہو جائے کسی کو ناکام کرنے کے لئے دعوت نہیں دی گئی۔ جیسا کہ ہمارا آج رواج ہو گیا ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ میں کسی کو زیر کرلوں گا۔ اُسے جھوٹا ثابت کر دوں گا۔ اور وہ میری بات مان لے گا۔ اس کا مطلب ہے اُسے شکست ہو جائے گی۔ یہ انداز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہیں ہے بلکہ اللہ کے بندوں کو عذاب الٰہی سے بچا کر وصالِ الٰہی نصیب کرنا۔ انہیں ناکام کرنا نہیں، بلکہ انہیں کامیاب کرنا ہے۔ یعنی حضور ﷺ کی شفقت یہ تھی کہ اللہ کا ہر

www.naqshbandiaowaisiah.com

بندہ کامیاب ہو، خوش نصیب ہو، کامران ہو، جب اُس نے لبیک کہی تو پھر آپ ﷺ نے اُس کا تزکیہ فرمایا اور تزکیے کا انداز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیا تھا۔ ایمان لا کر جس کی ایک نظر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑ گئی۔ اُس ایک نگاہ میں وہ پاک ہو گیا۔ اُس کا تزکیہ ہو گیا۔ یا کوئی ایسا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر جس پر پڑ گئی تزکیہ ہو گیا۔ یعنی اک نگاہ کی بات تھی۔ کہ بندہ حیوانیت سے اٹھ کر مقام صحابیت پر پہنچ گیا۔ صحابیت محض اصطلاح نہیں ہے۔ صحابیت کا اطلاق اُن افراد پہ ہوتا ہے جو ایمان میں، یقین میں، دیانت میں، امانت میں، کردار میں، سوچ میں، فکر میں، باقی غیر صحابی مخلوق سے کروڑوں درجے افضل ہیں۔ اگر کوئی ایسا طریقہ ہو کہ روئے زمین کے سارے لوگ ولی ہو جائیں اتنے عرصے میں جو اربوں اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ یا جو اب موجود ہیں ہم اُن سب کی ولایت جمع کر سکیں جس سے کوئی ایک مینارہ نور بنا سکیں۔ جس میں تمام اولیاء اللہ کی ولایت جمع ہو جائے۔ وہ جتنا بھی بلند ہو جائے تبع تابعین کے قدموں کے تلوں تک پہنچے گا۔ ان میں کوئی تبع تابعی نہیں نکلے گا۔ ساری ولایت جمع کر کے بھی تبع تابعی نہیں نکلے گا۔ تبع تابعین صحابہ کے قدموں تک پہنچیں گے اور اُس سے اوپر صحابیت کی حد شروع ہو گی۔ تو بیک نگاہ بندہ وہاں کیسے پہنچ گیا۔ قرآن کریم اس کی وضاحت فرماتے ہوئے فرماتا ہے۔

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ ایمان لانے کے بعد جس پر نگاہ مصطفوی ﷺ پڑ گئی۔ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک ہر باڈی سیل اُس کا ذاکر ہو گیا۔ یعنی جتنے بے شمار سیل ہیں۔ وجود میں، کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک۔ سب سے باہر وجود کی کھال ہے اور سب سے گہرائی میں دل ہے تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ اُس کے وجود کا ہر ذرہ اُس کی رگ کا ہر پٹھہ، خون کا ہر قطرہ، ہڈیوں کے اندر گودا، وجود کا ہر ذرہ، ذاکر ہو گیا ذکر اللہ میں مصروف ہو گیا۔ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ ہر ذرہ بدن ذاکر ہو گیا، اُس کا تزکیہ ہو گیا، اُس کی سوچ پاک ہو گئی، اُس کی فکر پاک ہو گئی، اُس کا کردار پاک ہو گیا۔ غلطی ہونا یہ انسانی کمزوری ہے اور غلطی نہ ہونا یہ انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے۔ اس کے باوجود نبی انسان ہوتے ہیں۔ لیکن نبوت جسے عطا ہوئی اُسے معصوم عن الخطا بنا دیا۔ نبی سے خطا نہیں ہوتی۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ غیر نبی صحابی بھی ہو تو خطا ہو سکتی ہے۔ اسی لئے عہد نبوی ﷺ میں بھی عدالتیں تھیں۔ انصاف ہوتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کو سزا میں بھی ملیں، لیکن یہ ایک انسانی زندگی کا عمل ہے۔ جو ہر جگہ جاری رہتا ہے انسانی خامیاں، انسانی کمزوریاں، انسانی ضرورتیں، کبھی کبھی اس طرح بندے سے کرا دیتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کی شان صحابیت پہ کوئی حرف آ گیا اور انہیں ہم اپنے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مجھ سے غلطی ہوتی ہے تو وہ اور طرح کی ہے اور اُن سے ہوتی ہے تو وہ اور طرح کی ہے۔ وہ اور طرح کے لوگ ہیں ہم اور طرح کے لوگ ہیں۔ وہ لوگ جن کا ہر ذرہ بدن ذاکر ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے۔ ایک خاتون سے غلطی ہو گئی لیکن اُس غلطی نے اسے بے قرار کر دیا۔ ہم سے غلطی ہوتی ہے ہم فخر کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کا یا شرف صحابیت کا کمال یہ ہے کہ اُس غلطی نے بے قرار کر دیا۔ اُس نے کہا میں قیامت کی شرمندگی برداشت نہیں کر سکتی۔ جو ہونا ہے مجھ پر یہاں بیت جائے۔ بالآخر اس بے قراری میں بارگاہِ نبوی ﷺ میں پہنچی اور عرض کی یا رسول اللہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے رخ انور دوسری طرف پھیر لیا۔ کہ یہ بات نہ کرے۔ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اُس نے پھر اُدھر سے آ کر عرض کی تیسری دفعہ عرض کی چوتھی دفعہ عرض کی تو حضور ﷺ نے فرمایا نہیں، شاید تمہیں اب غلطی لگ رہی ہے۔ تم نے ایسا نہیں کیا اُس نے کہا جی نہیں میں نے کیا ہے۔ اور مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھ پر حد جاری کی جائے۔ اطباء نے فرمایا کہ یہ تو حمل سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم حمل سے ہو اور بچے کی

صحابیت کا اطلاق اُن افراد پہ ہوتا ہے جو ایمان میں، یقین میں، دیانت میں، امانت میں، کردار میں، سوچ میں، فکر میں، باقی غیر صحابی مخلوق سے کروڑوں درجے افضل ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تو غلطی نہیں ہے۔ حد جاری نہیں ہوسکتی۔ اب اُن کا یقین اور ایمان اور طلب دیکھیے کہ بچے کی پیدائش کے بعد بچہ لے کر پھر حاضر ہوگئیں کہ حضور ﷺ بچہ تو اب پیدا ہوگیا اسے آپ ﷺ کسی کے سپرد کر دیجئے۔ اور مجھ پر حد جاری فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ممکن نہیں ہے۔ دو سال اس کا حق ہے کہ یہ دودھ پیے۔ اس لئے چلی جاؤ۔ چلی گئیں، پونے دو سال بعد بچہ اٹھائے ہوئے پھر حاضر ہوگئیں کہ حضور ﷺ ڈیڑھ سے دو سال میعاد ہے پونے دو سال ہو گئے روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں تھا بچے کو دیا کہ بیٹا کھاؤ اُس نے کھانا شروع کر دیا عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ کھانا کھا سکتا ہے لیکن میری تو نیندیں حرام ہوگئی ہیں۔ مجھ پر حد جاری فرمائی جائے۔ میں اپنے اللہ کے حضور صاف ستھری اور سرخرو جانا چاہتی ہوں۔

کیا اُن لوگوں سے جو بتقاضائے بشریت غلطی ہوئی اُسے ہم اپنے پر قیاس کر سکتے ہیں۔ کیا ہمارے دل میں اتنا درد ہے وقتی اور لمحاتی پشیمانی ایک اور چیز ہوتی ہے اور تین سال اُس درد میں مبتلا رہنا اور بے چین رہنا کہ نہیں میں پاک ہوکر اللہ کے حضور جاؤں گی یہ کام پھر صحابہ کا ہی ہے یہ وہی لوگ تھے۔ ذکر اللہ نے کیا انہیں ناکارہ کر دیا، کیا وہ گوشہ نشین ہو گئے نہیں، ذکر اللہ ایک ایسا کمال ہے کہ جو انسانی کمالات کو اجاگر کر دیتا ہے۔ جلا بخشتا ہے۔ اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ صحرا نشینوں نے جنہوں نے کسی سکول، مدرسے، کالج، یونیورسٹی، کا دروازہ نہیں دیکھا جنہوں نے کوئی لفظ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا جنہوں نے کوئی کورس نہیں کیا ایسا انقلاب برپا کر دیا کہ پوری دنیا میں باطل کو شکست دے کر روئے زمین پر حق وانصاف اور عدل جو ہے وہ عام کر دیا کوئی معمولی کام تھا۔ آج کی سپر پاور سے زیادہ بڑی سپر پاور اُس وقت موجود تھی۔ آج تو ایٹمی دور ہے۔ امریکہ اپنے آپ کو سپر پاور کہتا ہے۔ اُس کے شہر میں بلاسٹ ہوگیا اور بڑی بڑی عمارتیں اڑ گئیں اور اُسے پتہ نہیں چل سکا اس نے ایک دنیا کو تباہ کر دیا۔ لیکن ایک بندے کو ابھی تک گرفتار نہیں کر سکا۔ ایک عالم کو خون سے نہلا دیا۔ ایک بندہ مل نہیں رہا یعنی سپر پاور بھی اتنی بے بس ہے کہ ایک خون میں مبتلا ہے کہ پتہ نہیں کل وہ بندہ کیا کر دے گا۔ کمال ہے کہ اتنا بڑا ملک ہے۔ خود کو سُپر پاور کہتا ہے اور ایک بندے سے اتنا خوف زدہ ہے۔

قرآن کریم فرماتا ھے کہ اُس کے وجود کا ھر ذرہ اُس کی ھر رگ کا ھر پٹھہ' خون کا ھر قطرہ' ھڈیوں کے اندر گودا' وجود کا ھر ذرہ' ذاکر ھو گیا ذکر اللہ میں مصروف ھو گیا۔

اُس زمانے کی سپر پاورز قیصر و کسریٰ تھیں۔ اُن کے ایک ایک گورنر کے پاس ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ سپاہی ہوتا تھا اور تلواروں کی جنگ ہوتی تھی۔ ٹڈی دل کی طرح چھا جاتے تھے۔ مقابلہ تلواروں سے کرنا پڑتا تھا۔ یہ ایسے سر پھرے لوگ تھے۔ تزکیہ ہونے کے بعد یہ کچھ عجیب لوگ بن گئے۔ کہ تیس ہزار صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تین لاکھ رومیوں سے مدبھیڑ ہوگئی۔ اب کہاں تیس ہزار کہاں تین لاکھ، اور تین لاکھ میں سے چند ہی بچ کر جا سکے، ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ چند سینکڑے بچ گئے رومیوں کے پشتے کے پشتے لگ گئے۔ اس لئے کہ انہوں نے لوہے کی پوشاکیں پہن کر ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ بھاگ بھی نہ سکے اور میدان کارزار میں مارے گئے۔ یہ تیس ہزار تین لاکھ پہ کیوں بھاری ہو گئے۔ وہ صرف تیس ہزار بندے نہیں تھے ایک بندے میں جو کھربوں سے زیادہ باڈی سیل ہوتے ہیں وہ سارے سیل ذاکر تھے۔ ایک بندہ اتنا عظیم لشکر تھا جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تلواروں کے سائے میں انہوں نے سجدے کئے۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر نمازیں ادا کیں۔ میدان کارزار میں صف بندی کی اور قرآن نے حکم دیا کہ نماز کا وقت ہو جائے تو آدھے لڑتے رہو آدھے امام کے پیچھے دو رکعت پڑھو امام چار پڑھائے ظہر یا عصر ہے یا عشاء ہے امام چار پڑھائے لیکن لشکر دو دو پڑھے آدھے لڑتے رہیں آدھے آ کر شامل ہو جائیں دو رکعت پڑھ کر چلے جائیں۔ دوسرے آدھے آ کر شامل ہو جائیں۔ دونوں پڑھ لیں۔ میدانِ کارزار میں آگ برس رہی ہے۔ تلوار چل رہی ہے۔ خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ اِذَا لَقِیتُم فِئَۃً فَاثْبُتُوا۔ جب مقابلہ آ جائے تو پھر

جم جاؤ، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر۔ فاثبتو۔ ڈٹ جاؤ۔ واذکر واللہ کثیرا۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو اُس میں کمی نہ آئے۔ نماز خود ذکر اللہ ہے اور جب نماز کی اذان ہوتی ہے۔ تو کاروبار حرام ہو جاتا ہے۔ بند کر دو کاروبار نماز کے لئے حاضر ہو جاؤ۔

واذا قضیتہ الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ۔ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ اپنا کام کاج کرو اور رزق تلاش کرو۔ واذکر واللہ۔ نماز ختم ہوئی ذکر ختم نہیں ہوا ذکر کرتے رہو۔ جہاد کرو تو تب بھی ذکر کرتے رہو۔

یہ ذکر جو بارگاہ نبوی ﷺ سے شروع ہوتا ہے۔ جو وہاں سے عطا ہوتا ہے یہ اطمینان عطا کرتا ہے اور دل جب خود مطمئن ہوتا ہے۔ تو وہ سارے فیصلے بہت مزے سے کرتا ہے۔ پھر وہ چیزوں کو سمجھتا بھی ہے۔ جانتا بھی ہے۔ اگر ظاہری علم نہ بھی ہو تو وہ علیم وخبیر اُسے علوم عطا کر دیتا ہے سیرت میں یہ بھی ملتا ہے ایک صحابی اپنا ریوڑ چھوڑ کر شام کو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور اُس وقت ایمان قبول کیا لیکن صبح جو مہم جا رہی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کا کمانڈر بنا دیا۔ آنے والے نے کلمہ پڑھا، بنانے والے نے نہ صرف مسلمان بنایا بلکہ جرنیل بنا دیا۔ اور وہ جرنیل بھی کامیاب ترین جرنیل ثابت ہوا۔ آپ کو تاریخ میں کوئی ناکام جرنیل ملتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی فوج میں، تو سارے ایسے ہی تھے نہ کسی یونیورسٹی کا کورس کیا، نہ کوئی وار کورس کیا، نہ کسی آرمی کے کالج میں گئے، نہ کسی غیر ملک میں کورس کرنے گئے۔ نہ کوئی ادارہ اپنے ملک میں تھا۔ بس جب دل روشن ہوا، مطمئن ہوا، تو جس بندے میں جو صلاحیت تھی اُس کے ذمے حضور ﷺ نے وہ کام لگا دیا۔ یا جس کے ذمے حضور ﷺ نے کوئی کام لگا دیا۔ اللہ نے اُسے صلاحیت دے دی۔ لیکن بنیاد ذکر اللہ تھی۔

بارگاہ نبوی ﷺ میں تو اک نگاہ سے بٹتا تھا پھر صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کا عہد آ گیا۔ صحابہ کے پاس بھی جو چند لمحے بیٹھا تابعی ہو گیا۔ مولوی سعدی رحمتہ اللہ علیہ اس انداز پہ لکھتے ہیں۔

صحرا نشینوں نے جنھوں نے کسی سکول' مدرسے' کالج' یونیورسٹی' کا دروازہ نہیں دیکھا جنھوں نے کوئی لفظ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا جنھوں نے کوئی کورس نہیں کیا ایسا انقلاب برپا کر دیا کہ پوری دنیا میں باطل کو شکست دے کر روئے زمین پر حق وانصاف اور عدل کو عام کر دیا

گِلِ خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوب بدستم
بدوں گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دل آویزے تو مستم
بگفتہ من گلِ ناچیز بودم
ولیکن مدت باگل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

وہ فرماتے ہیں کہ میں حمام میں گیا۔ ایک زمانہ تھا، جب صابن کی جگہ ایک خاص مٹی ہوتی تھی جس سے لوگ سر دھوتے تھے۔ ہمارے علاقے میں وہ اب بھی پائی جاتی ہے اور عریب لوگ ابھی بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور ان ولایتی صابنوں سے اچھی رہتی ہے۔ پہاڑوں میں ملتی ہے تو اُسے لوگ خوشبودار بناتے تھے مولانا سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں تو حمام میں غسل کرنے گیا تو بڑی خوشبودار مٹی تھی جس سے غسل کرنا تھا۔ تو میں نے اُس سے پوچھا بھئی تم تو مٹی ہو اور اتنی خوشبودار، مٹی میں خوشبو کیسے آ گئی، وہ کہنے لگی میں تو مٹی ہوں، مٹی ہی تھی، اب بھی مٹی ہوں، لیکن مجھے کچھ عرصہ پھولوں میں رکھ دیا گیا۔

بگفتہ من گل ناچیز بودم
و لیکن مدت باگل نشستم

میں تو مٹی تھی، لیکن ایک عرصہ مجھے پھولوں میں رکھا گیا۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد

وہ ساتھ رہنے سے ساتھ رہنے والے کا جمال مجھ پر منعکس ہو گیا۔

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ورنہ میں تو آج بھی وہی مٹی ہوں جس میں تمہیں خوشبو آ رہی ہے یہ جمال ہم نشین ہے۔

وہ جمال ہم نشین کے امین تھے۔ ہر سینے سے انوارات پیامبر ﷺ جھلکتے تھے۔ پھر صحابہ کے پاس جو چند لمحے بیٹھا وہ اُسی مٹی کی طرح اُسی خوشبو سے رنگا گیا۔ تابعی ہو گیا۔ تابعی

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے پاس جو بیٹھا وہ تبع تابعی ہو گیا۔ یہ خیر القرون کا زمانہ تھا۔ بہترین تین زمانے جو حضور ﷺ نے فرمائے۔ اُس کے بعد نہ بندوں میں وہ استعداد رہی نہ وہ طلب رہی۔ تبع تابعین کے بعد پھر ایسے لوگ پیدا ہوئے۔ جنہوں نے عمریں صرف کر کے وہ خوشبو حاصل کی اور باقی عمر اُسے بانٹنے میں گزار دی لیکن کیا وہ لوگ بھی گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ نہیں، ایک ایک بندے نے ایک ایک جہان کو انقلاب آشنا کیا۔

یہیں اس سرزمین پر دیکھ لو یہ خوشبو غوث بہاؤ الدین کے پاس تھی۔ کیا وہ گوشہ نشین ہو گئے؟ یہ خوشبو معین الدین اجمیریؒ کے پاس تھی کیا گوشہ نشین ہو گئے؟ یا آپ اجمیر میں داخل ہوئے تو اجمیری اسلام کے نام سے نا آشنا تھے اور جس دن حضرت کا وصال ہوا تو لکھتے ہیں کہ ایک لاکھ بیس ہزار وہ آدمی جنازے میں شامل تھے جو حضرت کی وجہ سے اجمیر ریاست کے مسلمان ہوئے۔ داتا گنج بخش ہجویریؒ کو دیکھ لو کیا یہ گوشہ نشین ہو گئے؟ ابھی تک دلوں کو گرمائے جا رہے ہیں۔ دنیا سے چلے گئے اپنے کام سے نہیں گئے۔ یہ تو طلب کی بات ہے کہ کوئی دنیادار انہیں بت کی طرح پوجے تو یہ اُس کا قصور ہے لیکن اگر کوئی طالب حق ہو تو اُس کے دل کو تو روشنی اور سکون ملتا ہے۔

میں حضرتؒ کی خدمت میں تھا ہمارے ایک پرانے ساتھی ہوا کرتے تھے جب حضرتؒ کے ساتھ صرف ہم چار پانچ ساتھی تھے۔ اُس عہد کے وہ تھے اللہ اُن کے درجات بلند فرمائے فوت ہو گئے۔ زمیندار تھے، نمبردار بھی تھے، مزدور آدمی تھے اور مقدمات بھی رہتے تھے، برادری کے جھگڑے کے سلسلے میں یہاں لاہور آئے ہائی کورٹ میں کوئی کام تھا۔ پھر یہاں سے داتا دربار حاضری دی۔ یہاں سے واپس گئے تو میں حضرتؒ کے پاس بیٹھا تھا جب انہوں نے روداد سنائی صاحب حال صاحب کشف تھے، کہنے لگے میں داتا صاحب کے ہاں حاضر ہوا تھا۔ آپ کا سلام بھی پیش کیا سلام عرض کر رہے تھے تو عجیب بات یہ ہے کہ

> **تلواروں کے سائے میں انہوں نے سجدے کئے، گھوڑوں کی پیٹھ پر نمازیں ادا کیں۔ میدان کارزار میں صف بندی کی اور قرآن نے حکم دیا کہ نماز کا وقت ہو جائے تو آدھے لڑتے رہو آدھے نماز ادا کرو۔**

میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ تو کوئی دیواروں کو بوسے دے رہا ہے۔ کوئی سجدے کر رہا ہے، اور آپ ڈٹ کے بیٹھے ہیں یہاں یہ تو سارا شرک اور کفر اور بت پرستی ہو رہی ہے تو وہ مسکرائے اور مجھے فرمایا کہ بیٹا جب تک ہم دنیا میں تھے اسے روکنا ہمارا کام تھا۔ اب ہم مکلف نہیں ہیں۔ اب اسے روکنا تمہارا کام ہے۔ اب یہ میرے ذمے نہیں ہے۔ اللہ مجھ سے نہیں پوچھے گا اب اسے روکنا یہ تمہارا کام ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا بھائی تم نے تو بڑا فقہی مسئلہ بیان کر دیا اور حضرت نے بہت خوب فرمایا کہ اب جو دنیا میں ہے وہ احقاق حق کا مکلف ہے۔ تو اب بھی جو وہاں پوجا کرنے، سجدے کرنے جاتا ہے، اُس کی اپنی مرضی اللہ اُس سے پوچھے گا وہ تو مکلف نہیں ہیں لیکن اگر کوئی درد دل لے کے جاتا ہے تو دوا لے کے آتا ہے۔ وہ لوگ تو غنیمت ہیں۔ جنہوں نے کسب فیض میں عمریں صرف کر دیں۔ وہ برکات حاصل کیں جن سے چودہ صدیوں بعد نسلاً بعد نسلاً سینے منور ہوتے چلے آئے، مدتیں روشنی میں کمی پیدا نہیں کرتیں۔ آپ دیکھ لیجئے ایک عام سی کو، شمع کو، دیے کو، دیکھ لیجئے کہ اگر آدم علیہ السلام کے زمانے میں دیا جلتا تھا، تو آج دیا جلاؤ تو اتنی ہی روشنی دے گا جتنی اُس زمانے میں دیتا تھا۔ یعنی وہ مدتیں، وہ فاصلے، وہ زمانے، اُس دیے کی "لو" کو کم نہیں کر سکے تو جو برکات نبوی ﷺ سے جو نور سینہ اطہر ﷺ سے آتا ہے اُسے زمانہ کہاں چھپا لے گا، کیسے کم کر دے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ کس کو یہ سعادت نصیب کرتا ہے۔ کسی کو یہ طلب اور جستجو نصیب کرتا ہے، کس کو یہ آرزو نصیب کرتا ہے، جب یہ نعمت نصیب ہوتی ہے آدمی کا دل سنورتا ہے، اُس کی سوچ سنورتی ہے، اُس کا کردار سنورتا ہے، تو دنیا کی تقدیریں سنور جاتی ہیں، ملکوں کے حالات بدل جاتے ہیں، حکومتوں میں ظلم کی جگہ عدل آ جاتا ہے، اور بے حیائی اور بُرائی کی جگہ نیکی جڑ پکڑ لیتی ہے۔

یہ جو مومنٹ ہم چلا رہے ہیں فلاں کی دکان جلا دو۔ کہ اُس نے ٹی۔ وی رکھا ہوا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

فلاں کی گاڑی جلا دو کہ اُس میں ٹیپ ریکارڈ لگا ہوا ہے۔ فلاں کے خلاف جلوس نکالو کہ اُس کی حکومت میں بے حیائی ہو رہی ہے۔ بے حیائی اس سے رُکتی نہیں ہے ظلم ظلم سے نہیں رُکتا ہے۔ ظلم ظلم سے بڑھتا ہے ایک غلط کام ہو رہا ہے آپ آگے سے اُس کا غلط علاج کرتے ہیں تو وہ کیسے رُکے گا۔ غلطی تو بڑھے گی۔ لیکن اگر آپ اپنے دل کی اصلاح کر لیں' اپنا سینہ روشن کر لیں' اپنے کردار کی اصلاح کر لیں' تو شاید ایک ایک بندہ انقلاب آفرین بن جائے' بُرائی کو مٹانے کا سبب بن جائے۔ نیکی کو قائم کرنے کا سبب بن جائے۔ کراچی ہم مشاعرے میں تھے تو سحر انصاری نے ایک شعر پڑھا وہ میرے دل پہ نقش ہو گیا۔

کتنے عجیب ہیں معیار زمانے کے لئے
آگ ہی لائی گئی آگ بجھانے کے لئے

تو بُرائی کو بُرائی سے روکنا ایسے ہی ہے۔ جیسے آگ بجھانے کے لئے ہم آگ ہی لے آئیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ سب سے پہلے تو ہم وہ آرزو زندہ کریں کہ میں جانور نہیں ہوں کہ بس روزی پیدا کر لی' گھر بنا لیا' بچے ہو گئے' میں سمجھوں میں نے کام کر لیا' یہ میرا کام نہیں ہے یہ تو بڑا معمولی سا کام ہے جو ایک چڑیا بھی کر رہی ہے۔ مجھے یہ سب کر کے بھی کچھ اور کرنا ہے۔ وہ کچھ اور کیا ہے؟ وہ وصال حق ہے' وہ طلب بارگاہ الٰہی ہے' وہ طلب قرب محمد رسول اللہ ﷺ ہے' اب اُس کے وسائل کیا ہوں گے؟ اُس کے لئے میں اپنے نہاں خانہ دل کو سجاؤں۔ اُسے صاف کروں۔ اُس میں جو جھاڑ جھنکار ہے جو خواہشات کے اژدھے ہیں۔ جو غلط چیزیں اُس میں ہیں۔ انہیں صاف کروں۔ وہاں اللہ کے نام کی روشنی کروں۔ پھر وہ میرے کردار میں آئے اور میرا کردار مجھے قرب الٰہی کے قابل بنا دے۔ تو ایک ایک بندہ انقلاب آفرین ہو سکتا ہے۔ ایک ایک بندہ ظلم کے لئے ناقابل شکست ہو سکتا ہے کیا مجدد الف ثانی ؒ ایک بندے نہیں تھے پورے برصغیر کا حکمران نہیں تھا جہانگیر کیا ایک بندے نے پوری سلطنت کا رُخ موڑ نہیں دیا۔ ضروری نہیں ہوتا کہ ایک بڑا ہجوم ہو جائے اور تلواریں ہاتھ میں ہوں' اور قتل و غارت گری ہوتی جائے' ڈنڈے اٹھا لو اور دکانیں توڑتے جاؤ۔ اُدھر سے پولیس آ جائے' لاٹھی چارج ہو۔ کوئی سر پھٹول ہو۔ آپ فریاد کرتے پھریں ہمیں مار پڑی۔ یہ سارے طریقے صحیح نہیں ہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے خود کو انسان ثابت کیا جائے انسانی آرزوئیں پیدا کی جائیں' انسانی طلب پیدا کی جائے' پھر اُس طلب کے نتیجے میں اپنا کردار انسانی ڈھالا جائے' اور دوسروں کو محبت و شفقت سے اُس کی دعوت دی جائے کہ یہ بھی کامیاب ہوں۔ یہ محبتیں جب پھیلیں گی تو نفرتوں کو شکست ہو گی۔ محبت روشنی ہے۔ نفرت ظلمت ہے۔ روشنی جب بھی آتی ہے ظلمت کا جگر پھاڑ کے آتی ہے۔ کتنی بھی تاریک رات ہو ایک دیا سلائی جلاؤ۔ ایک دیا سلائی بھی اندھیرے کا جگر شق کر دیتی ہے۔ ایک بندہ ایک دیا سلائی جتنی بھی روشنی حاصل کر لے۔ تو پاکستان میں تو ہم چودہ کروڑ ہیں چودہ کروڑ شمعیں اگر روشن ہو جائیں تو کوئی ان پر ظلم کر سکتا ہے۔ کوئی ان پر ناجائز قوانین نافذ کر سکتا ہے' کوئی ان کو سود کھلا سکتا ہے' کوئی امریکی پولیس انہیں گھروں سے اٹھا کر لے جا سکتی ہے' لیکن اگر چودہ کروڑ ہی لاشیں پڑی ہوں اور اُن میں زندگی کی رمق باقی نہ ہو۔ انہیں گیدڑ بھی نوچ کر کھا سکتے ہیں۔ امریکہ تو ایک بڑی طاقت ہے چیل کوے بھی لاشوں کو تو نوچ کر کھا سکتے ہیں۔ آج اس طلب و جستجو اور اس آرزو سے بیگانہ ہو کر اس درد دل اور اس نور باطنی سے بیگانہ ہو کر بظاہر ہم زندہ ہیں لیکن مُردوں کی صف میں ہیں۔ بظاہر ہم انسان ہیں لیکن حیوانوں کا ریوڑ ہیں کہ بھیڑیے نے چاہا تو ایک بکری اُس نے گرا لی' تو دو سو بکریاں بھاگ کر جان بچانے کی فکر میں، بھیڑیا ایک ہے۔ وہ دو سو یا تین سو ہیں وہ بھاگ بھاگ کر جان بچانے کی فکر میں ہیں اور جسے گرا لیا گرا لیا۔ آج یہی حال ہمارا ہے کہ ہم حیوانی زندگی میں پھنسے ہوئے ہیں اللہ ہمیں انسانی زندگی نصیب کرے۔ آمین

معین الدین اجمیری ؒ جب اجمیر میں داخل ہوئے تو اجمیر اسلام کے نام سے ناآشنا تھا اور جس دن حضرت کا وصال ہوا تو لکھتے ہیں کہ ایک لاکھ بیس ہزار وہ آدمی جنازے میں شامل تھے جو حضرت کی وجہ سے اجمیر ریاست کے مسلمان ہوئے۔

آنکھوں دیکھا حال

''دارالعرفان میں داخل ہونے سے قبل میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیسا مقام ہے؟ کہ ہر سال یہاں پر ہزاروں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایک خدا کی عبادت میں مصروف عمل ہیں وطن عزیز میں ہزاروں دینی اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ ہر اجتماع اپنے اندر بہت سے مقاصد رکھتا ہے۔ بزرگان دین کے اجتماعات بھی اس سرزمین کا اثاثہ ہیں۔ لیکن ونہار گی پہاڑیوں میں دارالعرفان منارہ کے سالانہ اجتماع نے وہ رنگ دکھائے کہ باقی سب چیزیں بھول گیا۔ کہ ایسا مقام بھی ہے جہاں پر صرف اللہ ہو کی ضربوں سے دل کا زنگ اتارا جاتا ہے۔ ایسے اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال عبدالقیوم نے دیکھا۔

شیخ عبدالقیوم جاوید

☆☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ ☆☆

پروگرام کے مطابق ''سالانہ اجتماع'' میں شرکت کیلئے دارالعرفان منارہ پہنچا۔ تو میری گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ دارالعرفان کے اردگرد مہر نبوت کے پرچم لہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حکمرانو ملک میں نظام اسلام نافذ کردو اور سُود کی لعنت ختم کردو۔ اگر ایسا نہ کیا تو آپ کا حشر بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح ہوگا۔ ابھی دارالعرفان کے اندر داخل نہیں ہوا تھا۔ باہر کھڑا اردگرد کا جائزہ لے رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ کیسا مقام ہے کہ ہر سال ہزاروں لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں اور ذکر الٰہی سے آسمان لرز جاتا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں عالمگیر شخصیت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی مناظر اسلام حضرت العلوم مولانا اللہ یار خانؒ وقت کے مجدد کو اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہوتا۔ جو اس دارالعرفان کے بانی ہیں۔ جنھوں نے جہالت کے اس علاقہ میں تاریکی کو ختم کیا اور اللہ کے دین کو پھیلایا اور روشنی ہی روشنی کردی اور ذکر الٰہی سے در و دیوار ہلا دیئے۔ اے خدا تعالیٰ اس ہستی کی قبر کو منور کر دے۔ آمین جس نے تمام عمر اللہ کے دین کیلئے وقف کر دی اور گمراہی کی طرف چلنے والوں کو نیکی کی طرف لائے۔ آج انکا لگایا ہوا پودا ایک قد آور درخت بن گیا ہے اور اب اس ادارہ کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ جانشیں حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی چلا رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی صدق دل سے دعا ہے کہ اے خدا تعالیٰ ان کی عمر دراز فرما۔ آمین جنھوں نے اس درخت کو قد آور بنا دیا۔ ہزاروں افراد وضو کرتے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور میری آنکھیں یہ روح پرور مناظر دیکھتی رہیں۔ اچانک میری نظر ایک عمارت کی طرف اٹھی جو دارالعرفان کے بائیں جانب تھی۔ عمارت کے ماتھے پر ایک بہت بڑا بورڈ بنا ہوا تھا جس پر حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان کا یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

> میری سوچیں اس عالمگیر شخصیت کا تعاقب کر رہی تھیں جنھوں نے ایک عالم کو ذکر قلبی سے سیراب کر دیا

مہر نبوت علم بنا کر دنیا پر لہرائیں گے
دیکھنا تم سیماب یہ آخر اک دن ہم کر جائیں گے

اس عمارت کے سائے میں کھڑے ہوکر میں نے دعا مانگی کہ اے خدا تعالیٰ اس ملک میں اپنا قانون نافذ کر دے۔ اسی عمارت کے قریب میں نے وہ مقام دیکھا جہاں 2000ء میں یکم رمضان المبارک کو حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان کے ہاتھ پر تین لاکھ جانبازوں نے ملک میں نظام اسلام کے نفاذ کیلئے موت کی بیعت کی اور خیمہ بستی آباد

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی۔ اُس جگہ سے میری آنکھوں نے انوارات اٹھتے دیکھے اور میں نے اسی جگہ پر بددعا کرتے کہا کہ اے خدا تعالیٰ اُن حکمرانوں کو اٹھا لے جنہوں نے اس خیمہ بستی والوں اور حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان سے وعدہ کیا کہ نظام اسلام نافذ کر دیں گے اور ملک سے سُود کی لعنت کو ختم کر دیں گے مگر ایسا نہیں کیا اور جھوٹ بولتے رہے۔ انشاءاللہ ایک دن یہ حکمران اپنے انجام کو ضرور پہنچیں گے۔

کافی سوچ و بچار کے بعد دارالعرفان کے اندر داخل ہوا گیٹ کے بائیں جانب ایک PCO ہے جو ملک بھر سے آئے ہوئے افراد سے رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ ہی ناظم اعلیٰ کا دفتر ہے اور اس کے بائیں جانب تنظیم الاخوان پاکستان کا مرکزی دفتر ہے۔ دارالعرفان کے دائیں جانب صقارۃ اکیڈمی ہے جس کا افتتاح سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق (مرحوم) نے 19 جنوری 1987ء کو کیا تھا۔ اس کے سرپرست حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان ہیں یہاں پر چاروں صوبوں سے تعلق رکھنے والے ذہین طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ میری آنکھوں نے دیکھا کہ صقارۃ اکیڈمی کے ہوسٹل حضرت خالد بن ولیدؓ...... محمد بن قاسمؒ...... اور سلطان ٹیپوؒ کے یادگار کارناموں سے منسوب ہیں۔ جو اُنکے کارناموں کی یاد تازہ کرتے ہیں اور یہ کمرے نسل نو کیلئے مشعل راہ ہیں۔ مسجد کے اندر داخل ہوا دائیں طرف پانی کی سبیل تھی جو پیاسے دلوں کو ٹھنڈا کر رہی تھی اور پردیسیوں کی پیاس بجھا رہی تھی۔ سامنے بہت بڑی لائبریری تھی جس کے اندر حضرت العلوم مولانا اللہ یار خانؒ۔ حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان پروفیسر عبدالرزاق و دیگر مصنفوں کی ہزاروں کتابیں موجود تھیں۔ جو موجودہ دور میں روشنی کا مینار ہیں۔ نوٹس بورڈ پر مندرجہ ذیل سٹکر آویزاں تھے۔ نفاذ اسلام ہماری منزل ہے۔ رب کی دھرتی رب کا نظام۔ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ الاخوان کا اعلان۔ پاک وطن میں پاک نظام۔ عرب حکمرانو! امریکہ یا اسلام میں سے ایک کا انتخاب کرو۔ اللہ کا قرآن اور رسولؐ کا نظام ہماری بنیاد ہے جس سے ہم کبھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ اور

آؤ پھر اسلام کی خاطر بدر اُحد سجائیں ہم
مُلک پر نافذ دین کریں یا دنیا سے مٹ جائیں ہم

یہ فقرات تنظیم الاخوان کے منشور کی عکاسی کر رہے تھے۔ مسجد کے دائیں طرف سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ اور تنظیم الاخوان کے مرکزی امیر مولانا محمد اکرم اعوان کا دفتر ہے جس کے باہر تنظیم کے مونوگرام "مہر نبوت" والے دو بڑے بڑے بورڈ تھے۔ جن کے اوپر رب کی دھرتی۔ رب کا نظام لکھا ہوا تھا اور نیچے جلی حروف میں لفظ الاخوان لکھا نظر آ رہا تھا۔ یہاں پر سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے قائدین متعدد بار حضرت سے ملاقاتیں کر چکے ہیں۔ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ نماز ادا کی۔ نماز کے بعد دعا کے وقت پمفلٹ تقسیم ہوتے نظر آئے۔ میں نے بھی ایک پمفلٹ لیا اور پڑھا۔ جس کا عنوان تھا "امریکی و یہودی کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے" یہ پمفلٹ تنظیم الاخوان گوجرانوالہ نے شائع کیا تھا۔ اس پر یہودی اداروں کی مصنوعات اور ان کے مقابلہ میں پاکستانی مصنوعات کے نام تھے۔ یعنی پیپسی کولا۔ کوکا کولا۔ سیون اپ۔ سلائس۔ پولکا یہودی مصنوعات ہیں ان کے مقابلہ میں پاک کولا۔ ببل اپ۔ ایپل سڈرا۔ روح افزا۔ جام شیریں۔ فروٹو۔ کوکس۔ پشاوری آئس کریم اور لسی پاکستانی مصنوعات ہیں۔ انہیں استعمال کریں اور سکون حاصل کریں۔

سالانہ اجتماع میں میں نے دیکھا کہ پانچوں وقت کی نمازوں کی ادائیگی پابندی وقت کے ساتھ روزانہ ذکر الٰہی نو مرتبہ۔ جن میں تہجد کے بعد مغرب اور عشاء کے بعد شیخ خود ذکر کرواتے۔ باقی چھ ٹائم صاحب مجاز ذکر الٰہی کرواتے۔ وہاں پر کلاسیں لگتیں ہیں۔ سوال وجواب کا سلسلہ اور تربیت گاہ کے الگ حلقے ہیں۔ ذکر الٰہی کے بعد مسجد نبویؐ گروپ۔ ثلاثہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

گروپ۔ سالک مجذوبی مراقبات اور لطائف گروپ علیحدہ علیحدہ ہو جاتے۔ نئے آنے والے ساتھیوں کو اکثر غلام قادری ذکر الٰہی سکھلاتے اور کرواتے۔ 11 بجے دن حضرت امیر محمد اکرم اعوان خطاب کرتے ہیں۔

8 اگست کو سلسلہ کا جنرل کونسل کا اجلاس ہوا حضرت نے صدارت کی۔ چاروں صوبوں سے مجلس شوریٰ کے ارکان، صاحب مجاز، تنظیم کے ضلعی اور ڈویژنل صدر حضرت کے آگے اجلاس میں شریک تھے حضرت کے اعلانات اور فیصلے سُن رہے تھے۔ سب پروگرام منظم طریقے سے چل رہے تھے۔ کوئی مخالفت۔ شوروغل۔ انکار جیسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی الاخوان جہاد کے جوان فورس تخریب کاری اور دہشت گردی سے نمٹنے کیلئے الرٹ رہے اور دارالعرفان کا سخت پہرہ دے رہے تھے۔

صبح ناشتہ۔ دوپہر اور شام کا کھانا پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول اور ڈسپلن کے ساتھ کھایا جاتا سب ایک ہی میز پر کھانا کھاتے۔ علمائے کرام۔ صاحب مجاز اور اجتماع کے شرکاء کھانا تناول ایک ہی جگہ کرتے۔ سب اخراجات حضرت خود برداشت کرتے ہیں۔ روزانہ شام کے کھانے سے پہلے ایک جواں سال نعت خواں مترنم آواز میں حضرت کا کلام پیش کرتا۔ جسے سامعین سُنتے اور دل کھول کر داد دیتے۔

روزانہ شام کے کھانے کے بعد ''خیمہ بستی'' والی جگہ پر میجر (ر) غلام قادری ذکر الٰہی کرواتے جس میں سینکڑوں افراد شرکت کرتے۔ اسی طرح حضرت مولانا اللہ یار خانؒ بھی میدان میں ذکر کرواتے تھے۔ غلام قادری ان کی یاد تازہ کرنے کیلئے کھلے میدان میں ذکر کرواتے ہیں۔ اکثر ذکر کے دوران کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اجتماع کے دوران ایک دن میری طبیعت خراب ہو گئی۔ سر میں شدید درد شروع ہو گیا۔ میں نے حضرت کے ذکر میں شرکت کی۔ دوسرے لطیفے میں تندرست ہو گیا اور سر کا درد خود ہی ختم ہو گیا۔

صقارۃ اکیڈمی کے ہوسٹل عظیم مسلمانوں کے نام سے منسوب ہیں جیسے ''خالد بن ولید'' ''محمد بن قاسم'' اور ''سلطان ٹیپو'' ان ناموں میں عظیم کارہائے نمایاں پوشیدہ ہیں۔

مسجد کی چھت پر ایک بستی آباد تھی۔ یہ بستی اجتماع میں شرکت کرنے والے افراد کی تھی۔ ہر ضلع کے افراد علیحدہ علیحدہ گروپ کی شکل میں آباد تھے۔ جو نمازوں کے وقت، ذکر کے وقت اور کلاسوں کے وقت خود بخود نیچے مسجد میں آ جاتے۔ جمعۃ المبارک حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان خود پڑھاتے اور خطبہ بھی خود دیتے ہیں۔ چاروں صوبوں سے سلسلہ کے افراد شرکت کرتے اور جمعہ کے بعد سینکڑوں افراد حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوتے۔ جتنا ذکر الٰہی میری آنکھوں نے دارالعرفان منارہ میں ہوتے دیکھا اتنا میں نے ملک کے کسی شہر میں نہیں دیکھا۔ پھر ذکر الٰہی کے دوران انوارات کی بارش بھی دیکھی۔

یہ سالانہ اجتماع 3 اگست کو شروع ہوا اور 10 اگست کو خصوصی اختتامی دعا کے ساتھ ختم ہوا۔ 10 اگست کو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے دعا کروائی۔ ایک ماہ نیکی کی گولیاں تقسیم کی گئیں جسے کھا کر دلوں کے زنگ اتر گئے اور دل صاف ہو گیا۔ دعا میں آزاد کشمیر سمیت پورے ملک سے سلسلہ کے افراد اور تنظیم الاخوان کے راہنماؤں اور کارکنوں نے لاکھوں کی تعداد میں شرکت کی۔ میں نے دیکھا کہ دعا کے وقت ہزاروں آنکھیں اشکبار تھیں۔ حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان کیلئے اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی حضرت العلوم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کیلئے بھی خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆